یکے از مطبوعاتِ اشاعتِ الثقلین

رسولِ خدا

کی

مکّی زندگی

از

مرزا محمّد جعفر

ناشر

سلطان علی ابنِ نور محمد روجانی

سائیں الاپا اسٹریٹ - جونا مارکیٹ - کراچی

فون :- ۲۲۹۸۸۱ —— تعداد ایکہزار —— اگست سنہ ۱۹۷۰ء

باب الاسلام پرنٹنگ پریس کراچی

عرضِ ناشر

ہمیں افسوس ہے کہ کتاب "رسول خدا" جو یقیناً مولانا مرزا محمد جعفر صاحب کی ایک تحقیقی اور مفید تصنیف ہے اس کا ایک حصہ ہم اشاعت کے لئے بھیج رہے ہیں اور اس کی وجہ ہم بیان نہیں کریں گے

ہم مولانا مرزا محمد جعفر صاحب سے اس سلسلے میں معذرت خواہ ہیں۔

انشاء اللہ دوسرا حصہ بھی ہم ناظرین کی خدمت میں جلد از جلد پیش کریں گے۔

والسلام

سلطان علی ابن نور محمد روجانی

عرب

اہلِ تاریخ نے عربوں کو دو طرح سے تقسیم کیا ہے

(۱) عرب بائدہ

(۲) عرب مستعربہ

عرب بائدہ، وہ عربی قبائل ہیں جو ازمنہ سے فنا کے گھاٹ اترے اور ان کا نام و نشان اب نہیں ملتا۔

صرف قدیم تاریخوں میں ان کے نام خال خال نظر آجاتے ہیں اور ہر قوم کی طرح ان کی قدیم تاریخ کا منظر بھی بالکل تاریک ہے۔

قرآن کریم میں قوم عاد و ثمود کا ذکر صرف اسی قدر ہے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور فنا ہوگئے، اور ان کے پر تکلف ایوانوں اور پر رونق شہروں کا بھی تذکرہ ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اس دور کی ترقی یافتہ قومیں ہوں گی۔

اور بقول مؤرخ ابو الفدا ہجرت نبوی سے تین ہزار نو سو چوہتر سال قبل یعنی طوفان نوح سے قبل کا کوئی زمانہ قوم عاد کا دور سلطنت و حکومت رہا ہوگا۔

یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یمن، احقاف، سنجار، عمان، حضرموت وغیرہ قوم عاد کے زیر نگین تھے۔

دوسری قوم "ثمود" ہے، قوم ثمود بھی تقریباً قوم عاد کی ہمعصر تھی اور ان کی حکومت بھی سرزمین عرب پر، شام سے وادی القرآن تک تھی، اور ان کی بھی اونچی اونچی سنگین و مستحکم عمارتوں کا تذکرہ کہیں کہیں مل جاتا ہے۔

عرب مستعربہ:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، دو ہزار دو سو اکسٹھ برس قبل مسیح پیدا ہوئے تھے ان کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے۔

نسل اسمٰعیل، عرب میں، عرب مستعربہ کے نام سے موسوم و معروف ہوئی حضرت ابراہیم و اسمٰعیل نے خدا کے حکم سے تقریباً ہجرت نبوی سے دو ہزار سات سو ترانویں سال قبل بیت اللہ، یعنی خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا، اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر سو برس کی تھی اور حضرت اسمٰعیل کو چودھواں سال تھا۔

حضرت اسمٰعیل کی وفات کے بعد، خانۂ کعبہ، کی خدمت و تولیت و حفاظت عرصۂ دراز تک انھیں کی اولاد سے متعلق رہی۔

اولاد اسمٰعیل میں فہر بن مالک کا زمانہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ انھیں کے دور سے اولاد اسمٰعیل کو کافی ترقی کرنے اور نام پیدا کرنے کا موقع

حاصل ہوا۔

ان کے دور میں خاص واقعہ یہ پیش آیا کہ یمن کے بادشاہ حسان بن کلال حمیری نے یہ چاہا کہ وہ کعبہ کو حجاز سے یمن میں منتقل کر دے اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بادشاہ یمن نے اپنے قبائل کو جمع کر کے مکے پر حملہ کر دیا لیکن فہر بن مالک نے جو نہایت ہوشمند، مدبر اور بڑے غیور و شجاع تھے چند قبائل عرب کو اپنی طرفداری پر آمادہ کر لیا اور قبائل کنانہ، خزیمہ، اسد، جزام کو ساتھ لے کر دشمن سے برسر پیکار ہوئے اور بادشاہ یمن کو شکست دے دی۔

فہر ہی کی نسل قریش کے نام سے موسوم و معروف ہے اور ہمارے رسول کریم کا سلسلہ نسب فہر تک یہ ہے۔

محمد
بن عبداللہ
بن عبدالمطلب
بن ہاشم
بن عبدمناف
بن قصیٰ
بن کلاب
بن مرہ
بن کعب

بن لوئی

بن غالب

بن فہر

رسول کریم کا سلسلۂ نسب فہر بن مالک سے عدنان تک یہ ہے۔

فہر

بن مالک

بن نضر

بن کنانہ

بن خزیمہ

بن مدرکہ

بن الیاس

بن مضر

بن نزار

بن معد

بن عدنان

عدنان سے اوپر کی پشتوں میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اور تمام ماہرین انساب عرب اس بات پر متفق ہیں کہ عدنان نسل اسمٰعیل سے تھے اور اس طرح ہمارے رسول کریم بھی نسل اسمٰعیل سے ہوئے۔

فہر کے بعد غالب، لوی، کعب، مرہ اور کلاب کے زمانے کی کوئی خاص بات قابل تذکرہ نہیں ملتی البتہ قصی کے دور کو بھی اہمیت حاصل ہے کیونکہ قصی بن کلاب جن کا ایک نام زید بھی تھا، قریش میں بڑے جوانمرد، اولوالعزم اور مدبر تھے انھوں نے اپنے اس دعوے کو تمام قبائل عرب سے تسلیم کرالیا کہ حکومت مکہ اور خدمت کعبہ صرف ہمارا ہی حق ہے۔

انھوں نے تمام قریش کو جو پہاڑوں اور گھاٹیوں میں الگ الگ منتشر تھے اور ان کی آبادی کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا میدان مکہ یعنی بطحا میں لا کر جمع کیا اور پھر انھیں ترتیب سے بسا دیا اور اب قصی مستقل فرمانروائے مکہ و خادم بیت اللہ قرار پا گئے، یہ نہایت اعلیٰ درجے کے مدبر اور ہوشمند انسان تھے انھوں نے "دارالندوہ" تعمیر کیا جہاں تمام قریش جمع ہو کر اپنے معاملات کا فیصلہ ہو جایا کرتے تھے، ان ہی نے اپنے دور میں یہ پسندیدہ دستور جاری کیا کہ پوری قوم سے چندہ جمع کیا جاتا تھا اور موسم حج میں یہ جمع شدہ رقم ہر آنے جانے والے کی ضیافت و مہمانداری اور غرباء پروری پر صرف کر دی جاتی تھی۔

عبد مناف

قصی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے عبد مناف جن کا ایک نام مغیرہ بھی تھا، وارث خانہ کعبہ قرار پائے اور ان کا عہد بھی عوام و خواص میں مقبول اور ان کی سرداری ممدوح رہی عبد مناف کے چار بیٹے تھے (۱) ہاشم (۲) عبد شمس (۳) مطلب (۴) نوفل۔

ہاشم

عبدمناف کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ہاشم جن کا اصلی نام "عمرو" اور ہاشم لقب ہے ان کے جانشین قرار پائے۔

ہاشم بڑے بیدار مغز، غیور، مدبر اور زبردست مصلح اور ایثار پیشہ سردار تھے انھوں نے قوم کی خوشحالی اور ترقی کے لیے، قوم کو تجارت کی طرف رغبت دلائی اور یہ دستور مقرر کر دیا کہ ہر سال دو مرتبہ موسم گرما و موسم سرما میں قریش کے تجارتی قافلے ملک شام وغیرہ میں آیا جایا کریں "قرآن مجید میں رحلۃ الشتاء والصیف اسی کی جانب اشارہ بھی موجود ہے۔

ہاشم نے ایک اور اہم کارنامہ یہ انجام دیا کہ شام، روم، غسان، حبشہ، یمن اور ایران کے بادشاہوں سے معاہدے کیے تاکہ طرفین کے تجارتی قافلے ایک دوسرے کے ملک میں آیا جایا کریں اور تجارت کو بین الاقوامی سطح پر فروغ حاصل ہو سکے اور ہر ایک حکومت اپنے حدود سلطنت میں ان تجارتی قافلوں کی حفاظت و نگہبانی کی ذمہ دار ہو۔

ان کا سب سے اہم اور خاص کارنامہ جس کی وجہ سے ان کی قومی ہمدردی اور ان کے جذبہ ایثار کا ظہور ہوتا ہے کہ ان کے زمانے میں ایک مرتبہ قوم مصیبت قحط میں مبتلا ہوئی اور پوری قوم قحط کی مصیبت سے چیخ اٹھی لیکن ہاشم نے لوگوں کو بھوک سے مرنے نہیں دیا، وہ خود فلسطین گئے، اور وہاں سے اناج خرید کر لائے اور پرورش قوم کا یہ طریقہ

نکالا کر ہر روز ذادث . بنکہ کیئے جاتے، روٹیاں پکوائی جاتیں، اور عام دستر خوان بچھا دیا جاتا قحط زدہ، ضعیف و ناتواں افراد کو تو خاص طور سے اپنی نگرانی میں کھانا کھلاتے، اور ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق اناج تقسیم کیا جاتا۔

اس دَور کے مشہور شاعر ابن الزبعری نے، پرورش قوم کے اس واقعے کو نظم بھی کیا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

عمرو الذی ہشم الثرید لقومہ ورجال مکۃ مسنون عجاف

عمرو یعنی ہاشم، ہی وہ ہے جس نے اپنی قوم کو شوربے میں روٹیاں چور کر کے ایسے وقت میں کھلائیں جبکہ وہ لوگ مکے میں قحط کی وجہ سے نحیف و نزار ہو گئے تھے۔

ان ہی الفاظ "ہشم الثرید" کی وجہ سے ان کا لقب ہاشم اتنا مشہور و معروف ہوا کہ اب وہ اسی نام سے تاریخ میں یاد کیے جاتے ہیں۔

جناب ہاشم نے بحالت سفر بمقام غزہ ملک شام میں وفات پائی ہاشم کے بیٹے "شیبۃ" اس وقت طفل شیر خوار تھے اس لئے ہاشم کے بھائی 'مطلب' ان کے جانشین ہوئے۔

مطلب

مطلب اپنے بھائی ہاشم اور اپنے باپ عبد مناف اور دادا قصی کی طرح موحد کامل نیک دل، شریف، غیور اور بہادر تھے، وہ اپنے بھائی

کے جانشین اور سرداری قوم و تولیت و حفاظت کعبہ کے مستحق تھے، ان کا دور بھی کامیاب اور خوشگوار رہا ہاشم کے فرزند "شیبہ" جنھیں تاریخ نے عبد المطلب کے نام سے یاد کیا ہے وہ اس زمانے میں اپنی والدہ ماجدہ سلمہ بنت عمرو کے پاس یثرب میں پرورش پا رہے تھے جب شیبہ کا سن سات آٹھ سال کا ہوا تو ایک دن ایک شخص نے جو قبیلہ بنی حارث میں سے تھا، مطلب کے پاس آکر ذکر کیا کہ میں یثرب سے آرہا ہوں وہاں میں نے 'بنی النجار' میں چند لڑکوں کو تیراندازی کی مشق کرتے دیکھا ان میں سے ایک لڑکا جب نشانہ اڑاتا تھا تو بڑے فصیح انداز سے کہتا تھا انا ابن ہاشم، انا ابن سید البطحا میں ہاشم کا فرزند ہوں، میں سردار بطحا کا بیٹا ہوں یہ سنتے ہی مطلب جوش محبت سے اپنے بھتیجے کے لئے بے قرار ہو گئے اور فوراً ایک تیز رو ناقے پر سوار ہو کر یثرب کی جانب روانہ ہو گئے، جب وہ اس جگہ پہنچے تو اتفاق سے شیبہ اس وقت اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ گیند کھیل رہے تھے مطلب نے دیکھتے ہی اپنے بھتیجے کو پہچان لیا، لوگ سردار مکہ کی اچانک آمد پر حیران تھے، وہ دریافت کرنا چاہتے تھے کہ لوگوں نے خود ہی بتایا کہ ہاں یہی آپ کا بھتیجا ہے، یہی فرزند ہاشم ہے، پھر ان میں سے بعض معززین نے یہی رائے دی کہ اگر آپ اپنے بھتیجے کو لیجانا چاہتے ہیں، تو اسی حالت میں لے جایئے ورنہ شاید، مادر شیبہ اپنے لخت جگر کو اپنے پاس سے جدا کرنے پر آسانی سے رضامند نہ ہوسکیں۔

بہرحال مطلب، شیبہ کو اپنے ساتھ لے گئے، ان کی روانگی کے بعد لوگوں نے مادر شیبہ کو تسلی دے دی اور بتا دیا کہ مطلب اپنے ہمراہ

شیبہ کو لے گئے ہیں۔

مطلب جب وارد مکہ ہوئے تو ان کے ہمراہ ناقے پر ایک لڑکے کو بیٹھا دیکھ کر ہر ایک پوچھتا، آپ کے ساتھ یہ کون ہے جواب میں مطلب ہر ایک سے کہہ دیتے "عبدٌلی"

یہی وجہ ہے کہ شیبہ کا نام عبدالمطلب مشہور ہوا،

مطلب اپنے بھتیجے کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے یہاں تک کہ وہ ان تمام اصول و آداب و قواعد سے واقف ہو گئے جو ایک سردار و حکمران کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

مطلب کے انتقال کے بعد عبدالمطلب یعنی شیبہ ان کے جانشین ہوئے۔

عبدالمطلب

عبدالمطلب بن ہاشم، بیدار مغز، اولوالعزم، پرہیزگار، موحد کامل اور بہت بڑے مصلح و ہمدرد قوم سردار تھے۔

تمام قبائل عرب کی نگاہ میں ان کی عزت تھی اور ہر شخص ان کا احترام کرتا تھا ان ہی کی کد و کاوش سے چشمہ زمزم جو عرصہ دراز سے بند پڑا ہوا تھا دوبارہ جاری ہوا۔

عبدالمطلب کی نسل میں خدا نے برکت دی اور انھیں دس بیٹے عطا فرمائے۔

(۱) حارث (۲) زبیر (۳) ابوطالب (۴) عبداللہ (۵) حمزہ (۶) ابولہب (۷) غیداق (۸) مقوم (۹) ضرار (۱۰) عباس۔

نوٹ:۔ عبدمناف، ہاشم، مطلب اور عبدالمطلب کے تمام واقعات تاریخ ابن جریر طبری سے لے کر ترتیب دئے گئے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کے ان دس بیٹوں کے علاوہ ان کی چھ بیٹیاں بھی پیدا ہوئیں جن میں سے حضرت عبداللہ یعنی رسول خدا کے والد ماجد اور حضرت ابوطالب یعنی حضرت علی کے والد ماجد دونوں حضرت عبدالمطلب کی ایک حرم محترم جن کا اسم گرامی فاطمہ بنت عمرو بن عامر بن عمران بن مخزوم کے بطن سے تھے اور باقی اولاد مختلف ازواج سے حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدمناف سے ہوئی تھی جو اسی خاندان کی ایک محترم فرد تھیں جس خاندان سے حضور پرنور تھے عہد عبدالمطلب کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ ابرہہ بادشاہ یمن نے مناسب جانا کہ اپنی قدیم تمنا کعبہ کو ڈھاکر پورا کرے کیونکہ اس کے بنوائے ہوئے گرجے کو کئی سال گزر جانے کے بعد بھی یمن میں مرکزیت حاصل نہ ہوسکی تھی، لہذا ابرہہ نے ہاتھیوں کا ایک زبردست لشکر جمع کرنے کے بعد مکے پر حملہ کردیا۔

ابھی اس کا لشکر اطراف مکہ میں قیام پذیر تھا کہ عبدالمطلب کے جاسوسوں نے انھیں آکر خبر دی کہ ابرہہ ایک بہت عظیم لشکر کے ساتھ مکے پر حملہ آور ہوا ہے اور اس کے آدمیوں نے آپ کے اونٹ اور گھوڑے اور تمام بھیڑیں بطور یرغمال پکڑلی ہیں۔

اس خبر کو سن کر حضرت عبدالمطلب کے دل پر مطلقاً کوئی خوف کا اثر نہ ہوا اور ان کے سکون و اطمینان قلبی میں بالکل کوئی فرق نہ آیا، صرف اتنا ہوا کہ انھوں نے اپنے ایک پیغامبر کو ابرہہ کے پاس روانہ کیا اور اس سے خود ملاقات کی خواہش ظاہر کی جسے ابرہہ نے فوراً منظور بھی کر لیا۔

مگر.... بادشاہ یمن اور شیخ البطحا عبدالمطلب کی یہ ملازمت عجیب نوعیت کی ثابت ہوئی کیونکہ اس کے تصور کے بالکل برعکس عبدالمطلب نے صرف اپنے اونٹوں گھوڑوں اور بھیڑوں کی واپسی کا مطالبہ کیا، ابرہہ حیران تھا کہ یہ بجائے کعبہ سے متعلق کوئی بات کہنے کے صرف اپنے جانوروں کی واپسی کا مطالبہ آخر کیوں کر رہے ہیں جبکہ انھیں سب سے زائد فکر اپنے شہر اور کعبہ کی ہونا چاہیے تھی آخر وہ پوچھ ہی بیٹھا کہ اے عرب کے سردار آپ نے کعبہ سے متعلق کوئی لفظ بھی کیوں نہیں کہا۔

عبدالمطلب کا ایمان افروز اور تاریخی جواب تھا کہ جانور میرے ہیں، میں ان کی واپسی کا مطالبہ کر رہا ہوں، کعبہ خدا کا ہے، خدا اپنے گھر کی حفاظت خود کرے گا اور پھر وہ ہی ہوا جو عبدالمطلب نے کہا تھا اور جس کا تذکرہ قرآن مجید کے سورۃ الفیل میں موجود ہے یعنی اللہ نے پرندوں کو بھیج دیا کہ ان کی چونچ اور پنجوں میں پتھر کی کنکریاں تھیں۔ اور جو کنکری بھی نیچے گرتی وہ ہاتھی اور فیل بان دونوں کو فنا کر دیتی یہاں تک کہ اس کا پورا لشکر کھائے ہوئے بھوسے کی طرح ہو گیا۔

اس طرح خدا نے اپنے گھر کی حفاظت کی اور عبدالمطلب کو نمایاں کامیابی

حاصل ہوئی۔

ابرہہ نے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے لئے مکے پر حملہ کیوں کیا تھا اس کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ وہ نصرانیت کی تبلیغ کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ تبلیغ مکے سے تجارتی منڈی کو یمن میں منتقل کر دینے سے ممکن تھی اسی غرض سے اس نے زر کثیر صرف کرکے صنعاء میں ایک ایسا گرجا بنوایا تھا جس کی عمارت اس دور کے لئے عجائبات میں سے تھی مگر قبائل عرب میں اسے مقبولیت نہ حاصل ہو سکی کعبہ اسی طرح مرجع عوام و خواص رہا۔

دوسری اہم اور خاص وجہ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں یہ بیان کی ہے کہ جب ابرہہ کی عجوبۂ روزگار بنوائی ہوئی یہ عبادت گاہ تیار ہوگئی اور اس کا چرچا قبائل عرب میں عام ہوا تو ساتھ ہی ساتھ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ابرہہ اس ذریعے سے عربوں پر عیسائیت کو مسلط کرنا چاہتا ہے چنانچہ اس کا یہ ارادہ معلوم کرکے بعض قبائلی سردار بے انتہا برافروختہ ہوئے اسی غیظ و غضب اور اشتعال کے نتیجے میں قبیلۂ بنی فقیم اور قبیلہ بنی مالک کے چند افراد مشتعل ہو کر وہاں پہنچ گئے، اور اس کے گرجے کو موقع پا کر پیشاب، پاخانے اور دیگر نجاستوں اور گندگیوں سے آلودہ کر دیا اور وہاں سے بھاگ آئے۔

جب اس کی اطلاع ابرہہ کو پہنچی تو اس نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ تھے تفتیش کے بعد معلوم ہو گیا کہ یہ حرکت قبائل قریش کی ہے جو مکے سے مشتعل ہو کر اسی غرض سے یہاں آئے اسی بات سے مشتعل ہو کر ابرہہ نے قسم کھائی کہ میں جب تک کعبہ کو مسمار نہ کر دوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا

اور اس کے بعد اس نے حملہ کر دیا۔

ابن خلدون نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ یہاں اس عظیم حملے کی خبر سے مکّے میں انتشار تھا

عبدالمطلب سردار مکّہ نے اپنے جانوروں کی واپسی کے کے بعد یہ اعلان کر دیا تھا کہ

"خدا کی قسم ہم جنگ نہیں چاہتے کعبہ خدا کا گھر ہے اگر
وہ چاہے گا تو اپنے گھر کی حفاظت ضرور کرے گا ورنہ
ہم کیا کر سکتے ہیں"

سردار مکہ حضرت عبدالمطلب کے اس اعلان کے بعد مکہ خالی ہو گیا تھا مکّے کی پوری آبادی قرب و جوار کے محفوظ مقامات اور کوہ ابو قبیس کی پہاڑی پر پناہ گزیں تھی۔

بعض سرداروں نے اپنے بڑے سردار عبدالمطلب کو بھی مشورہ دیا کہ جب آپ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے تو ہمارے ساتھ کسی محفوظ پناہ گاہ میں چلیئے ہم آپ کی حفاظت کریں گے مگر اس موحد کامل نے یہ جواب دیا کہ

"قسم خدا کی میں حرم خدا کو اکیلا چھوڑ کر نہ جاؤں گا میں
حرم خدا کو بربادی میں چھوڑ کر دنیا کی کسی سرزمین پر بھی
کوئی عزت اور کسی قسم کی بھی زندگی نہیں چاہتا"

بہر حال سب چلے گئے، محفوظ پہاڑیوں میں منتقل ہو گئے، عبدالمطلب اور ان کے بیٹے ابو طالب دیوار کعبہ سے ٹیک لگائے سب کچھ دیکھتے رہے عبدالمطلب

لئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیے ان کا مضبوط دل عزم و ثبات و استقلال اور یقین کامل کی جولان گاہ تھا عبدالمطلب بیٹھ گئے ابوطالب بھی ان کے پاس بیٹھ گئے باپ بیٹے دونوں ثبات قدم کا مظاہرہ کرتے رہے آخر وہی ہوا کہ خدا نے اپنا گھر بچالیا اصحاب فیل ہلاک ہوئے۔ اور خدائے وحدہٗ لاشریک نے اپنے خاص بندوں کی دعا سن لی، قریش پناہ گاہوں سے واپس آگئے۔ عبدالمطلب اور ابوطالب کا قریش کے دلوں پر سکہ جم گیا۔ اور ابرہہ کے جسم میں ایک بیماری نمودار ہوئی کہ جس سے اس کے جسم کے بعض حصوں کی پوریں تک جھڑ گئیں اور اسے اسی حالت میں اٹھا کر اس کے بعض ساتھی صنعاء تک لے گئے آخر اس کا سینہ پھٹ گیا اور وہ ہلاک ہوگیا۔

خدائے وحدہٗ لاشریک نے اپنے خاص بندوں عبدالمطلب اور ابوطالب کی دعا قبول فرمائی، قریش کوہ ابوقبیس کی گھاٹیوں سے واپس آگئے۔ اور عبدالمطلب و ابوطالب کے استقلال و ایقان و عزم بالجزم کا پوری قوم میں چرچا ہوگیا۔

رسولِ خدا کی ولادت ۱۷ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۵۷۱ء ہوئی تاریخ الخمیس میں تاریخ ولادت ۱۰ ربیع الاول بقولے ۱۲ ربیع الاول اور بروایت ۱۷ ربیع الاول مندرج ہے۔

لیکن تاریخ ولادت جدید تحقیقات کے مطابق ۹ ربیع الاول ہے قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری مؤلف رحمۃ للعالمین نے ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹ ربیع الاول تاریخ ولادت تحریر کی ہے۔ [illegible] ال الکلام مطبوعہ مصر

اور دول العرب والاسلام تالیف محمد طلعت حرب مطبوعہ مصر کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کی تاریخ ولادت نویں ماہ ربیع الاول مطابق بیسویں اپریل ۵۷۱ء ہے ترکی کے مشہور ہیئت داں محمود پاشا فلکی کی تحقیقات میں تاریخ ولادت ۲۰ر اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹ر ربیع الاول ہے شبلی نعمانی نے سیرت النبی ج ۱ ص ۱۹۱ پر یہی موقف اختیار کیا ہے یعنی تاریخ ولادت ۲۰ر اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹ر ربیع الاول۔ تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ عرب کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔

عرب کا محل وقوع

عرب کے شمال میں ایشائی ترکستان اور جنوب میں بحر ہند و خلیج عدن مغرب میں بحر قلزم یعنی بحر احمر اور مشرق میں بحر عمان و خلیج فارس ہیں حد شمالی مختلف فیہ ہے۔ مگر اب مسلم طور سے وہ خط ہے جو ۳۰ درجہ عرض البلد سے سوئیز سے خلیج فارس تک کھینچا جاتا ہے بعضوں نے حلب سے دریائے فرات تک کے حصے کو عرب میں شامل کیا ہے اور قدیم تاریخوں میں جزیرہ نما سینا کو بھی عرب میں داخل کیا گیا ہے۔

طبقات ابن سعد و تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ جناب عبد اللہ بن عبد المطلب ایک جوان خوش طلعت و پاکیزہ سیرت تھے اور وہ تقریباً پیدائش رسول کریم سے دو ماہ قبل بحالت سفر مدینے میں انتقال فرما گئے اور وہیں مدفون ہوئے اور مسعودی نے کتاب الاشراف میں لکھا ہے کہ جب حضور کا سن چھ سال کا تھا تو ان کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت آمنہ بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔

حضرت عبد المطلب نے اپنے پوتے یعنی حضرت رسول خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے بعد دودھ پلانے والی شریف قبائلی عورتوں میں سے حضرت حلیمہ سعدیہ کا انتخاب کیا تھا اور انھیں کے ساتھ کچھ دنوں کے بعد رسول کریم کو بھیج دیا تھا تاکہ بہترین آب و ہوا اور مضافات کی سلیس اور بامحاورہ زبان نومولود کی گھٹی میں شامل ہو جائے عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کی تربیت و کفالت جس محبت و شفقت اور روح کی گہرائیوں کے ساتھ کی تاریخ اسلام اس کی شاہد و گواہ ہے مگر ابھی حضور پر نور کا سن صرف آٹھ سال تھا کہ موت نے بوڑھے سردار کی آنکھیں بند کر دیں لیکن عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کی کفالت و سرپرستی کے لئے اپنے بیٹوں میں سے ایک ایسے جوہر قابل کو منتخب کر لیا تھا کہ تاریخ جس کی مثالی محبت و والہانہ عقیدت رسول سے بھری پڑی ہے اور جس نے اپنے سگے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و سرپرستی میں جس ایثار اور قربانی کی حیرت انگیز مثالیں پیش کی ہیں دنیا میں ان کی مثال ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ ابوطالب کو محسن اسلام و محسن رسول قرار دیا جانا عین انصاف ہے۔

حضرت ابوطالب

وفات عبدالمطلب کے بعد ان کے جانشین ابوطالب قرار پائے، ابوطالب نہایت غیور، شجاع، بیدار مغز، خوش اخلاق اور ہر اعتبار سے سرداری عرب و تولیت خانہ کعبہ کے اہل تھے ان کی سخاوت، پاکدامنی اور ان کے شعر و سخن کا جزیرۃ العرب میں دور دور چرچا تھا اور ان کی سیاسی دانشمندی اور ان کے اعلیٰ تدبر اور ان کے سنجیدہ و منصفانہ

فیصلوں نے تو سارے عرب کا دل موہ لیا تھا۔ وہ موحد کامل تھے، انھوں نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح نہ کبھی بتوں کو سجدہ کیا، نہ کبھی شراب کو منہ لگایا اور نہ کبھی گندے رسوم جاہلیت کو اچھی نظر سے دیکھا، بلکہ ہمیشہ اپنے محققانہ نظریات و تصورات سے اصلاح قوم و ملت کے لئے مہمات و کوششیں یہی وجہ تھی کہ بوڑھے، جہاندیدہ سردار عبدالمطلب نے اپنے تمام بیٹوں میں سے صرف ابوطالب کی ذات کو اس کا اہل پایا کہ رسول مقبول کی سرپرستی و کفالت ان کے سپرد کی ابوطالب کا اپنے بھتیجے کے ساتھ محبت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ طبقات ابن سعد کی عبارت میں "وَصَبَّ بِہٖ ابوطالب صبابۃً لم یصب مثلھا بشیٍٔ قسط قدرۃً"

ابوطالب کو آنحضرتؐ سے وہ عشق پیدا ہو گیا کہ اتنا وہ کبھی کسی چیز کے والہ و شیدا نہ ہوئے تھے، اسی طرح ابوطالب کی زوجہ پاکیزہ خود نیک سیرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کو بھی آنحضرتؐ سے کچھ ایسی مادرانہ محبت تھی کہ خود آنحضرت انکے بارے میں اکثر فرمایا کرتے تھے "کانت امّی بعد امّی ولدتنی" وہ میری ماں تھیں میری حقیقی ماں کے بعد ہمارے رسول کریم نے ابھی زندگی کی تیرھویں بہار میں قدم رکھا تھا کہ ابوطالب نے بغرض تجارت ملک شام کی جانب سفر کیا اور اپنے یتیم بھتیجے کو بھی اپنے ساتھ لے گئے، اس سفر میں "بحیرا" راہب نے جس کا اصل نام ابو عداس جرجیس تھا اور جو مقام بُصریٰ میں نسطوری راہبوں کے سب سے بڑے معبد کا سربراہ تھا ابوطالب کے ساتھ ان کے بھتیجے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اس ہونہار کو شام نہ لیجائیں

کیونکہ وہاں کے یہودیوں سے خطرہ ہے اور یہ کہ وہ اپنے بھتیجے کی بہت حفاظت کریں کیونکہ کتب مقدسہ میں ایک نبی کی جتنی علامات لکھی ہیں وہ سب اس بچے میں موجود ہیں ان باتوں سے متاثر ہو کر ابوطالب نے تمام سامان تجارت بُصریٰ ہی میں فروخت کر دیا اور مکے لوٹ آئے۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سولہ سال کی عمر میں بھی ایک مرتبہ ابوطالب نے بغرض تجارت حضرت محمدؐ کو کسی قافلے کی معیت میں یمن کی طرف بھیجا تھا حضرت کے عنفوان شباب کا زمانہ تھا کہ عرب کے بعض قبائل میں ایک زبردست جنگ کا آغاز ہوا جس کا سلسلہ تقریباً نو برس تک قائم رہا اسے حرب الفجار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس جنگ میں قریش اور بنی کنانہ ایک طرف تھے اور قبیلہ ہوازن دوسری طرف شروع شروع میں تو قبیلہ ہوازن کا پلہ بھاری رہا اور غالب رہے لیکن آخر میں قریش نے بنو ہوازن کو شکست دے دی اس جنگ میں رسول کریم ابوطالب کے ساتھ داد شجاعت دے رہے تھے عرب کے ماہرین جنگ حیران رہ جاتے جب وہ یہ دیکھتے کہ محمدؐ ایک طرف تو حملہ آوروں کو بھگا رہے ہیں اور دوسری جانب اپنے چچا ابوطالب کی حفاظت میں جانبازی کا یہ حال ہے کہ جو تیر ابوطالب کیطرف آتا ہے اسے نہایت چابکدستی سے اپنی تلوار سے کاٹ دیتے ہیں بہرحال اس جنگ میں بنی ہاشم کی بہادری و جانبازی سے فتح حاصل ہوئی۔

اسی زمانے میں امن و امان کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے بنی ہاشم اور چند خاندان والوں نے مل کر مکے میں ایک انجمن قائم کی اور باہم یہ عہد ہوا

کہ مظلوم کی مدد کی جائے گی، مسافروں کی حفاظت کی جائے گی ظالم سے مظلوم کا حق دلایا جائے گا وغیرہ وغیرہ یہ معاہدہ عرب میں "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے اور آنحضرتؐ اس انجمن کے اہل معاہدہ میں شامل تھے، اور حضور ہی کی تحریک سے ملک سے بدامنی دور کرنے، مسافروں کی حفاظت غریبوں کی امداد اور طاقت وروں کو کمزوروں پر ظلم کرنے دینے کی دفعات شامل کی گئیں۔

جب حضورؐ کی عمر پچیس سال تھی اس وقت عرب میں دور دور تک حضور کی راست گفتاری، دیانت اور صداقت و امانت کا شہرہ پھیل چکا تھا اور بروایت ابن اسحٰق حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی جو اس عہد میں عرب کی سب سے زائد دولتمند اور مالدار تاجرہ تھیں اور خود بھی نہایت پاک سیرت، شریف الطبع، سنجیدہ و فہمیدہ و عاقلہ عورت تھیں انھوں نے امانت و صداقت رسول کی وجہ سے آپ کو بلوایا اور درخواست کی کہ آپ میرا مال لے کر شام جائیں اور وہاں فروخت کریں میں آپ کو منافع میں سے زیادہ حصہ دوں گی حضور نے خدیجہ کی یہ تجویز منظور فرمائی اور مال تجارت لے کر روانہ ہوگئے۔ ان کے ہمراہ خدیجہ کا غلام میسرہ بھی تھا دونوں مال تجارت لے کر شام آئے اور جب ایک راہب کی خانقاہ کے قریب ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوئے تو اس راہب نے میسرہ سے پوچھا یہ شخص کون ہے جو فلاں درخت کے نیچے فروکش ہوا ہے اس کا اشارہ حضور کی جانب تھا میسرہ نے اسے بتایا کہ یہ رئیس مکہ ابوطالب کا بھتیجا ہے،

اس نے کہا کہ میں نے آسمانی کتابوں میں جو علامات آخری نبی کے پڑھے ہیں وہ سب اس جوان میں موجود ہیں اور سوائے کسی نبی برحق کے کوئی اس خاص درخت کے نیچے فروکش نہیں ہو سکتا میسرہ راہب کی ان باتوں سے متحیر تھا کیونکہ اس نے راستے میں کئی معجزات اور بھی حضور سے ظاہر ہوتے ہوئے دیکھے تھے۔

بہرحال حضور جو مال یہاں لائے تھے وہ فروخت کر دیا اور جو خریدنا تھا وہ خرید لیا اور میسرہ کو ساتھ لے کر مکے چلے گئے اس سفر میں حیرت انگیز فائدہ کثیر ہوا تھا کہ اتنا فائدہ کبھی کسی کے ہاتھوں نہ ہوا تھا۔

میسرہ نے واپس آکر راستے کے تمام حیرت انگیز واقعات اور راہب کا قول بیان کیا اور جو کچھ اور جس طرح ابر رحمت کو حضور پر سایہ فگن دیکھا تھا کہہ سنایا خدیجہ ایک پاک باطن اور دانشمند خاتون تھیں اس لئے انھوں نے اپنی ایک سہیلی نفیسہ کے ذریعے شادی کا خیال ظاہر کیا۔

حضرت ابوطالب نے اپنے محبوب بھتیجے کی شادی خدیجہ بنت خویلد کے بزرگوں سے مشورہ اور دونوں کی باہمی رضامندی کا اشارہ پاکر کردی اور جلسہ اشراف قریش میں اس رسم تزویج کو ادا کیا اور یہ خطبہ نکاح خود ابوطالب نے پڑھا۔

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع
اسمٰعیل وضئضئی معد وعنصر مضر وجعل لنا بیتاً
محجوجاً وحرماً امناً وجعلنا امناء بیتہ وسواس
حرمہ وجعلنا الحکام علی الناس وابن اخی محمد بن

عبد اللّٰہ من قد علمتم قرابتہ وھو لایوزن باحد الا رجح
بہ فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وقد
خطب خدیجہ بنت خویلد وبذل لھا من الصداق
ما عاجلہ و آجلہ من مالی کذا وکذا وھو واللہ بعد
ھذا الہ نبأ عظیم وخطر جلیل

(تاریخ یعقوبی، تاریخ ابن خلدون، مواہب لدنیہ علامہ قسطلانی، اعجاز القرآن ابوبکر باقلانی)

ترجمہ:۔ حمد اس خدا کے لئے زیبا ہے جس نے ہمیں ابراہیم کی ذریت اور اسمٰعیل کی کھیتی قرار دیا اور ہم ہی معد و مضر کی اصل نسل ہیں اور اس خدا کی تعریف جس نے ہمارے لئے اپنے باحرمت گھر کعبہ کو مقام امن مقرّر فرمایا اور ہمیں اپنے گھر کا امین اور اپنے حرم کا محافظ بنایا اور لوگوں پر حکومت عطا کی۔ بعد حمد و شکر یہ بات قابل اظہار ہے کہ میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ وہ ہیں جن کے حسب و نسب کے شرف سے تم سب خوب واقف ہو وہ اگرچہ دولتمندی میں کم ہیں مگر بزرگانہ اخلاق کے اعتبار سے سب سے افضل و برتر ہیں اور دولت کو تو چلتی پھرتی چھاؤں سمجھو جو ایک بے ثبات شے ہے۔

اب میں تم سب کو آگاہ کرتا ہوں کہ انھوں نے (آنحضرت) خدیجہ بنت خویلد کو اپنی زوجیت میں قبول کیا ہے اور ان کا مہر معجل و مؤجل میرے مال سے اس اس طرح ادا کرنا طے پایا ہے اے حاضرین بزم یہ بھی سن رکھو کہ بعد ازیں وہ (آنحضرت) بڑے صاحب عظمت ثابت ہوں گے اور ان کا

آوازۂ جلالت جہاد انگ عالم میں پہنچے گا

حضرت محمد (ص) اور حضرت خدیجہ بنت خویلد کی شادی سے ابوطالب کو جو قلبی مسرت اور سکون حاصل ہوا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا انھوں نے چچا نہیں بلکہ باپ کا کردار ادا کیا' وہ خوش تھے کہ ان کے محبوب بھائی کی یادگار کا اپنا گھر نہایت خوش اسلوبی سے آباد ہو گیا۔

جب ابوطالب کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد اپنی آغوش کے پالے محبوب بھتیجے کی جمیلہ و عاقلہ پاکیزہ خصال دلھن کو دیکھتیں تو وہ جذبات سے اس طرح گلے لگا لیا کرتیں گویا وہ اپنی بہو کو نہیں بلکہ اپنی بیٹی کو گلے سے لگا رہی ہیں اسی انداز خلوص اور طریقہ محبت نے اس گھر کے پروقار اور خوشگوار ماحول میں بے انتہا اضافہ کر دیا تھا۔

لیکن ایک بات جو پہلے صرف ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد کے دل میں چبھا کرتی تھی اب اس کی خلش خدیجہ بنت خویلد کا قلب پاکیزہ بھی محسوس کرنے لگا تھا کہ بیرون خانہ اگرچہ تمام قریش (محمد (ص) کو صادق اور امین کہتے ہیں لیکن انھیں محمد (ص) کا انداز تفکر و تعقل اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ زیادہ پسند نہیں ہے تاہم انھیں یہ سوچ کر خود بخود اطمینان بھی ہو جاتا کہ جب تک رئیس مکہ سردار قریش ابوطالب 'میرے شوہر محمد (ص) کے محافظ ہیں کوئی ان کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتا اور یہ خیال آتے ہی ان کے حسین چہرے پر کیف و سکون سے ملی جلی دلکش تبسم کی تابناک لہر دوڑ جاتی جیسے نسیم سحر کے نرم و لطیف جھونکوں سے شاداب گلاب میں شگفتگی آجاتی ہو۔

اگرچہ حضرت خدیجہ کی بے حساب دولت، غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد اور نظریات و افکار حق کی نشر و اشاعت پر صرف ہو رہی تھی مگر اس عظیم خاتون کو اس کمی کا مطلق احساس نہ ہوتا، کیونکہ اب تو ان کا سب سے قیمتی سرمایہ حضرت محمدؐ کی ذات اقدس تھی اور یہی وہ جذبہ ایثار و قربانی تھا جس میں ابو طالب و خدیجہ دونوں باہم مشترک ہیں اگر ایک طرف ابو طالب کی ریاست، دولت، ان کا اقتدار، اثر و رسوخ حضرت محمدؐ کی حفاظت و نگہبانی پر صرف ہو رہا تھا تو دوسری طرف حضرت خدیجہ کا بے انداز سرمایہ ان کی اصلاحی سرگرمیوں میں معاون تھا۔

لیکن ابھی اسلام کے عناصر اربعہ میں سے ایک کے وجود کا ہر ایک کو انتظار تھا آخر جب آنحضرتؐ کی عمر تیس سال ہوئی تو خدائے قدیر نے ابوطالب کو وہ فرزند عطا فرمایا جو آنحضرتؐ کا قوت بازو، اور فرمانبردار بھائی، ہو کر اسلامی دنیا میں وصی رسول کے خطاب سے سرافراز ہوا۔ یعنی علی بن ابوطالب تیرھویں رجب کو بروز جمعہ خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

آنحضرتؐ نے مولود کعبہ کو حضرت ابوطالب اور اپنی مہربان چچی فاطمہ بنت اسد سے اجازت حاصل کر کے لے لیا اور اپنے مقدس آغوش میں پالنے لگے۔ علامہ ابن بطریق نے کتاب العمدۃ کے صـ۱۴ پر ایک روایت نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول خدا نے حضرت فاطمہ بنت اسد کو گھر سے خانۂ کعبہ تک پہنچانے میں خود بہ نفس نفیس رہنمائی فرمائی اور کہا اے چچی اللہ کا نام لے کر بیٹھ جایئے پھر وہیں خانۂ کعبہ میں حضرت علیؑ کی ولادت ہوئی۔

علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی کے والد ماجد علامہ شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم محدث دھلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفاء ص ۲۵۱ ج ۲ طبع بریلی روہیل کھنڈ رقم طراز ہیں۔

قد تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیر المومنین علیا فی جوف الکعبۃ فانہ ولد یوم الجمعۃ الثالث عشر من شھر رجب بعد عام الفیل بثلثین سنۃ فی الکعبۃ ولم یولد فیھا احد سواہ قبلہ ولا بعدہ۔

اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علی فاطمہ بنت اسد کے بطن سے کعبہ کے اندر ۱۳ رجب کو بروز جمعہ ۳۰ عام الفیل میں ہوئے اور ان کے سوا کعبہ میں کوئی دوسرا بچہ پیدا نہیں ہوا نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد۔

حجر اسود

جب آنحضرت ص کی عمر ۳۵ پینتیس سال کی ہوئی تو قریش نے قدیم بنائے کعبہ کو ازسر نو تعمیر کرنا چاہا چونکہ یہ ایک نہایت مبارک و متبرک و مقدس کام تھا اس سے تمام قبائل اس شرف کو حاصل کر رہے تھے لیکن حجر اسود کی تنصیب کا مسئلہ سب سے اہم سب سے افضل اور سب سے زائد قابل فخر و عزت تھا لہذا باہم نزاع ہوا ہر قبیلہ اس شرف کو خود حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ابو امیہ بن مغیرہ اس وقت قریش کا سب سے سن رسیدہ آدمی تھا اس نے قریش کو رائے دی کہ اس جھگڑے کے تصفیے کو اس شخص کے حوالے

کر دو جو کل سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو حسنِ اتفاق کہ سب سے پہلے آنحضرتؐ داخل ہوئے قریش انھیں دیکھ کر بیک آواز پکار اٹھے امین آگیا، صادق آگیا، ہم سب ان کے تصفیہ پر راضی ہیں حضور نے اس نزاع کا یہ تصفیہ فرمایا کہ ایک چادر منگوا کر حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس چادر میں رکھا اور ہر قبیلے کے ایک ایک آدمی کو بلا کر سب سے کہا کہ وہ اس چادر کو اٹھانے میں مدد کریں سب نے چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر اٹھالیا آپ اس کو یونہی مقام مقررہ تک لائے پھر اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کے مقام پر نصب فرمادیا اس طرح ایک بہت بڑا جھگڑا رسول خداؐ کی دور اندیشی و دانشمندی سے ختم ہوگیا۔

اسی سال حضرت فاطمہ زہرا کی ولادت ہوئی کہ جن کے متعلق رسولخدا کا ارشاد ہے کہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے خدا کو اذیت پہنچائی اس نے کفر اختیار کیا۔

پینتیس سے لے کر چالیس سال کی عمر تک آنحضرت کا یہ طریقہ رہا کہ وہ اکثر و بیشتر کوہ حرا پر عزلت گزیں رہا کرتے اور خدائے واحد کی پرستاری میں مصروف رہا کرتے اگرچہ ان کا یہ وطیرہ بچپن سے تھا مگر اب اس میں بہت زیادتی پیدا ہوگئی تھی، اکثر یہ بھی ہوتا کہ جو کچھ آپ عالم خواب میں دیکھتے وہی ظہور پذیر ہوتا آپ سب باتیں حضرت خدیجہ اور حضرت ابوطالبؑ وغیرہ سے بیان کرتے اور آپ کی بیان کردہ تمام باتیں سچ ثابت ہوتیں اور واقعات

ہمیشہ آپ کی ایک ایک بات کی تصدیق کر دیتے یہاں تک کہ وہ وقت بھی آگیا جس کا انتظار کیا جا رہا تھا یعنی جب آپ کی عمر چالیس سال تھی رمضان کا مہینہ تھا اور آنحضرت حسب معمول غار حرا میں مصروف عبادت تھے کہ جبریل امین آئے اور یہ وحی لائے۔

اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق۔ اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔

حضور فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پڑھا اور جبریل امین میرے پاس سے چلے گئے، پس میں اٹھ کر چلا یہاں تک کہ جب پہاڑ کے درمیان پہنچا تو ایک آواز آئی اے محمدؐ تم خدا کے رسول ہو اور میں جبریل ہوں۔

مجھے اسی حالت میں کافی وقت گزر گیا، پھر میں خدیجہ کے پاس آیا جب آنحضرت کو کافی دیر ہوگئی تھی تو حضرت خدیجہ نے آنحضرت کی تلاش میں کچھ آدمی بھیجے تھے مگر وہ سب واپس چلے آئے تھے۔ اس لئے حضرت خدیجہ نے جب آنحضرت کو دیکھا تو دریافت کیا آپ کہاں تھے، میں نے آپ کی تلاش میں آدمی بھیجے تھے، میرا دل پریشان تھا۔

حضور نے حضرت خدیجہ سے سارا واقعہ تفصیل سے سنایا حضرت خدیجہ نزول وحی ربانی کے واقعہ کو رسول کی زبانی سن کر خوش ہوئیں انھیں یقین ہوگیا کہ جس امر کا انتظار ابوطالب کو تھا وہ امر واقع ہوگیا، انھوں نے کہا اے میرے چچا کے فرزند آپ کو خوشخبری ہو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں خدیجہ کی جان ہے، بے شک مجھے یقین ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں"

پھر حضرت خدیجہ چادر اوڑھ کر ورقہ بن نوفل ابن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس تشریف لے گئیں جو نصرانی ہو گئے تھے اور آسمانی کتابوں کے بڑے عالم جلیل تھے، اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا، ورقہ نے سارا واقعہ سن کر کہا اے خدیجہ اگر تو مجھ سے یہ سچ کہتی ہے تو بے شک یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ کے پاس آیا تھا اور بے شک وہ اس امت کے نبی ہیں تو جا کر ان سے کہہ دے کہ وہ ثابت قدم رہیں۔

اکثر اہل تفسیر کا یہ قول بھی ہے کہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوا ہے اور مفتی مصر محمد عبدہ جو محقق معصر جدید تسلیم کئے جاتے ہیں (تفسیر سورہ فاتحہ مطبوعہ مصر) میں فرماتے ہیں کہ

ان الفاتحہ اوّل سورۃ نزلت کما قال الامام علی وھو اعلم بھٰذا من غیرہٖ لانہ تربی فی حجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم واوّل من اٰمن بہ سورہ حمد سب سے پہلے نازل ہوا ہے جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ہے اور حضرت علی اس معاملے میں دوسروں سے زیادہ عالم ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ کی آغوش کے پروردہ ہیں اور آنحضرت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں سیرۃ ابن ہشام مترجمہ مولوی شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی صہ ۱۲۳ پر بعنوان "مردوں میں حضورؐ پر ایمان لانے والا پہلا انسان" حسب ذیل عبارت ہے "پہلا مرد جو حضور پر ایمان لایا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی وہ حضرت علی بن ابی طالب تھے اور عمر شریف آپ کی اس وقت دس سال کی تھی اور حضرت علی پر اللہ کی یہ سب سے بڑی نعمت تھی کہ آپ نے خاص آنحضورؐ کی گود میں پرورش

پائی تھی"۔

اس کتاب کے صفحہ ۱۲۴ پر حسب ذیل عبارت بھی مندرج ہے۔

"کہتے ہیں کہ ابوطالب نے اپنے فرزند حضرت علی سے سوال کیا تھا کہ تونے یہ کیا دین اختیار کیا ہے تو انھوں نے کہا کہ والد صاحب میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور رسول کے ساتھ جو خدا کی کتاب آئی ہے اس کی میں نے تصدیق کی ہے اور میں ان کے ساتھ خدا کی نماز پڑھتا ہوں اور ان کا مطیع ہو گیا ہوں اس پر ابوطالب نے کہا بیشک وہ تجھ کو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں پس تو ان کے ساتھ رہ"۔

عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ نے رسول کریم کے ساتھ نماز پڑھی ابن ہشام نے بھی اسی کی تائید کی ہے کہ جب مکّے کی بلندی پر ایک مرتبہ جبریل امین نے آکر رسول کریم کو نماز کے متعلق اطلاع دی تو پہلے وضو کیا پھر نماز پڑھی اسی طرح رسول کریم نے بھی وضو کیا اور نماز پڑھی پھر جب گھر میں واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ نے اسی طرح وضو کیا اور آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی۔

اس کے بعد اکثر یہ دیکھا گیا کہ تین نفوس ایک خاص انداز سے عبادتِ خدا میں مصروف ہیں یہ نیا طریقہ عبادت کفار قریش کی نظر میں عجیب تھا یہ تین مقدس ہستیاں جنھیں اکثر نماز پڑھتے ایک ساتھ دیکھا گیا ان میں سے ایک رسول کریم دوسرے ان کی شریک حیات حضرت خدیجہ تیسرے

ان کے چچا زاد بھائی علی بن ابو طالب تھے۔

حضرت ابو طالب ان تینوں مقدس ہستیوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر اکثر اپنے دوسرے بیٹے جعفر بن ابو طالب کو بھی حکم دیتے کہ تم بھی وہی عمل کرو جو میرا بھتیجا کر رہا ہے۔

تین سال اسی طرح گزر گئے اور آنحضرتؐ پوشیدہ طور پر دعوت اسلام میں مصروف رہے ان کے محافظ ابو طالب تھے اور اس مدت میں معدودے چند افراد نے اسلام قبول کر لیا کہ جو افراد ایمان لانے والوں کے طبقہ اولیٰ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

دعوتِ حق

اس کے بعد علانیہ دعوت اسلام کا حکم خدا نے رسول کو دیا اور یہ حکم نازل ہوا کہ وانذر عشیرتک الاقربین چنانچہ آنحضرت نے حضرت ابو طالب کے گھر میں ایک دعوت کا انتظام کیا اور حضرت علی کو حکم دیا کہ ایک صاع یعنی تقریباً ساڑھے تین سیر گیہوں کی روٹی اور ایک ران گوشت کا سالن تیار کرائیں اور ایک کاسہ دودھ کا لے آئیں اور تمام اولاد عبدالمطلب کو دعوت دے دیں اس دعوت کے انتظام کے بعد تقریباً چالیس آدمی آئے سب کے سامنے کھانا رکھا گیا آنحضرت نے بسم اللہ کہہ کر ہاتھ بڑھایا اور سب نے کھانا شروع کیا اور شکم سیر ہو کر کھایا، پھر بھی کھانا بچ رہا آج کی دعوت میں ابولہب اور اس کے

ہمنواؤں نے کچھ ایسی گڑبڑ کی کہ آنحضرت تقریر نہ کر سکے دوسرے دن پھر اسی طرح دعوت کا انتظام کیا گیا جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے سب کو مخاطب فرمایا اور کہا۔

میں اللہ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں اور خدا نے پوری دنیا کی ہدایت کا کام میرے سپرد کیا ہے خصوصیت کے ساتھ یہ کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت ایمان دوں اس لئے آپ لوگ میری رسالت کی تصدیق کیجئے جو اس وقت ایمان میں سبقت کرے گا وہی میرا وصی، میرا جانشین، میرا خلیفہ قرار پائے گا، یہ سن کر سب خاموش رہے مگر دلبند ابوطالب حضرت علی جنکی عمر ابھی چودہ سال سے زائد نہ تھی کھڑے ہو کر کہنے لگے اے خدا کے رسول اگرچہ میں عمر میں کم ہوں میری ہڈیاں کمزور ہیں مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں، آنحضرت نے فرمایا اے علی تم بیٹھ جاؤ شاید جو لوگ سن میں تم سے زائد ہیں سبقت کریں لیکن کوئی نہ اٹھا آخر کار تیسری بار پھر حضرت علی اٹھے اور وہی الفاظ دہرائے تب خدا کے رسول نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعولہ واطیعو۔ یقیناً یہ علی میرا بھائی ہے، میرا وصی ہے، میرا خلیفہ ہے، تم سب اس کی باتیں غور سے سنو، اور اس کی اطاعت کرو۔

حاضرین نے یہ سن کر قہقہہ لگایا اور حضرت ابوطالب پر طعنہ مارا کہ اے ابو طالب لو آج سے تم اپنے بھتیجے کے ساتھ ساتھ اپنے بیٹے کے بھی محکوم بن گئے اب اپنے بیٹے کا بھی حکم مانا کرو۔

اس دعوت میں شریک ہونے والوں میں سے بعض نے یہ بھی پروپیگنڈہ کیا کہ یہ جادو تھا ورنہ اتنے سے کھانے میں سب لوگ شکم سیر ہو کر کیسے کھالیتے۔ کفار قریش طرح طرح کی گمراہ کن باتوں سے رسول خدا، ابو طالب اور علی بن ابو طالب پر اپنے شکوک و شبہات اور اپنی قلبی مخالفت کا اظہار کرتے مگر ابو طالب کے اثر و اقتدار کی وجہ سے ان کی ہمتیں پست ہو جاتیں بہر حال اسی دعوت جسے تاریخ میں دعوت ذوالعشیرۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے عرب میں ایک نئے انقلاب کے ظاہر ہونے کی واضح علامتیں نمایاں ہو گئی تھیں اور قریش میں جذبہ مخالفت کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ رسول خدا نے دعوت ذوالعشیرۃ میں بھرے مجمع کے سامنے ایک وعدہ کر لیا تھا اور بالخصوص ابو سفیان بن امیہ اور دیگر بنی امیہ یہ سمجھ رہے تھے کہ محمدؐ جو صادق و امین ہیں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے اگرچہ وہ محمدؐ کو رسول خدا نہ سمجھتے تھے مگر وہ خوب جانتے تھے کہ ابو طالب کے چھوٹے بیٹے علی کے بارے میں آنحضرتؐ نے یہ سب کے سامنے کہا ہے کہ ان ھذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہٗ واطیعو۔

یقیناً یہ علی میرا بھائی ہے، میرا وصی ہے، میرا جانشین ہے، تم اس کی باتیں غور سے سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

بہرحال قریش کی مخالفت بڑھتی گئی اور حضرت رسولخدا مسلسل قوم کی ہدایت پر متوجہ رہے اور جب جو وحی الٰہی نازل ہوتی قوم کو سناتے رہے اور بت پرستی و بداعمالی کی مذمت میں حضرت نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اس پر قریش اور زائد برہم ہو گئے اور رسولخدا کی دشمنی پر پوری طرح کمربستہ اور رسول خدا کی دشمنی پر پوری طرح کمربستہ ہو گئے ابوسفیان نے خاندانی کاوشوں کا بدلہ لینے کے لئے اس وقت کو غنیمت سمجھا اور اس نے اپنی سیاسی شاطرانہ چالوں سے عداوت و دشمنی کی آگ کو اور بھڑکانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ایک روز چند خاص لوگ ایک وفد کی صورت میں جن میں ابوسفیان، عتبہ، شیبہ، ابوجہل ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عاص بن ہشام اور حجاج بن عامر کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ تھے اور ان کے علاوہ بھی کئی کافر تھے۔ حضرت ابوطالب کے پاس رسول خداؐ کی شکایت لے کر آئے اور کہا" اے ابوطالب یا تو تم اپنے بھتیجے کو منع کرو کہ وہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہے اور ہمارے باپ دادا کو جاہل اور گمراہ نہ کہے ورنہ ہم کو اجازت دو کہ ہم خود اس سے سمجھ لیں پھر تم ہمارے اور اس کے درمیان دخل نہ دینا"

حضرت ابوطالب نے ان کی باتیں سن کر ضبط و حلم کا مظاہرہ کیا اور کچھ دل خوش کن باتیں کر کے انھیں ٹال دیا اور وہ لوگ ابوطالب سے فیصلہ کن باتیں کرنے میں ناکام رہے اور آنحضرت پیہم مشغول ہدایت رہے آخر کار یہ لوگ دوبارہ جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے اور کہا۔

"اے ابوطالب ہم تمھارے پاس فیصلہ کن گفتگو کے لیے آئے ہیں تم سردار مکہ ہو، سب کے دلوں میں تمہاری عزت اور تمھارا احترام ہے، ہم نے تم سے درخواست کی تھی کہ تم اپنے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ کو منع کرو مگر تم نے منع نہیں کیا، ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم ان باتوں پر صبر نہیں کرسکتے کہ ہمارے بتوں اور بزرگوں کو سخت باتیں کہی جائیں، یا تو تم اس بات کو دور کرو ورنہ ہم تم سے کہے دیتے ہیں کہ دونوں میں سے ایک ضرور ہلاک ہوگا" یہ کہہ کر وہ لوگ چلے گئے، ابوطالب نے ان کی اس دھمکی اور ان کے اس چیلنج کو قبول کرلیا، انھوں نے نبی برحق کی حمایت و حفاظت سے دستکش ہونا گوارا تک نہ کیا بلکہ تبلیغ و اشاعت دین حق پر آنحضرت کی ثابت قدمی اور اولوالعزمی دیکھ کر صاف لفظوں میں کہہ دیا" اے فرزند جس امر پر اللہ نے تمھیں مامور فرمایا ہے ثابت قدمی سے جمے رہو جب تک میں زندہ ہوں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔"

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم حتی اوسد فی التراب دفینا

(ابوطالب)

خدا کی قسم اے رسول یہ سب مل کر بھی تم تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں خاک میں نہ مل جاؤں۔

اب قریش نے جھنجلا کر اپنا غصہ مسلمانوں پر اتارنا شروع کردیا، مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی اور ان میں سے بیشتر غریب بھی تھے لہذا کفار قریش انھیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے اور ستانے

کے نت نئے طریقے پیدا کرتے۔ حضرت بلال کو گرم زمین پر چت لٹا کر ان کے سینے پر وزنی پتھر رکھ دیتے تھے حضرت عمار بن یاسر کو بھی دوپہر کے وقت گرم میدان میں لٹا کر طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے ان کے والدین پر سخت ظلم کرتے یہاں تک کہ حضرت عمار بن یاسر کی والدہ کو تو اتنی ایذائیں پہنچائیں کہ انھیں شہید ہی کر ڈالا حضرت ابو ذر غفاری کو جب وہ ایک دن جوش میں آکر کعبہ میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ لگا رہے تھے اتنا زدوکوب کیا تھا ان کا سارا جسم لہولہان ہو گیا تھا۔

اسی طرح کفار قریش مسلمانوں کو پریشان کیا کرتے خاص طور سے ابوجہل وابولہب وابوسفیان اور ولید بن مغیرہ، قریش کو رات دن مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا کرتے اور رسولؐ کی دشمنی پر سب کو اکسایا کرتے ان لوگوں کو جب کبھی کسی شخص کے مسلمان ہونے کی سن گن لگتی فوراً جا کر اسے دھمکاتے اور ڈراتے ابولہب کی بیوی ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھی کلام مجید میں حمالۃ الحطب فی جیدھا حبل من مسد اسی عورت کی جانب اشارہ ہے۔

ابولہب تو عداوت رسول میں خود ہی اپنی مثال آپ تھا اس پر ام جمیل اور اس کے بھائی ابوسفیان کی ہمنشینی نے اس کڑوے کریلے کو اور نیم چڑھا کر رکھا تھا ابوجہل کی عداوت کا یہ عالم تھا کہ ایک روز اس نے سب کے سامنے قسم کھائی کہ کل میں ایک بھاری پتھر لے کر

بلبیٹھوں گا اور جب محمدؐ سجدے میں ہوں گے ان کے سر پر مار دوں گا حسب وعدہ تمام قریش اپنی اپنی جگہ بیٹھے ابوجہل کی کارستانی کے منتظر تھے لیکن جب بدحواسی کے عالم میں سب نے ابوجہل کو بھاگ کر آتے دیکھا تو حیران ہو کر دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟

ابوجہل نے کہا کہ محمدؐ نے سجدے میں سر جھکایا میں قتل کے ارادے سے وزنی پتھر اٹھا کر چلا تاکہ میں اس کام کو پورا کروں جو تم سے کہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوفناک اونٹ منھ پھاڑ کر چاہتا ہے کہ میرا نوالہ کر جائے میں فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا ورنہ آج میری جان گئی تھی۔ یہ شریر اس کے باوجود بھی دشمنی سے باز نہ آیا اور ولید بن مغیرہ یہ وہ شخص ہے کہ عداوت رسول میں تاریخ کے صفحات اس کے متعلق بھرے پڑے ہیں اسی ولید بن مغیرہ کی شان نجس میں قرآنی آیات بھی ہیں، جن میں اس کی بد باطنی، لالچ اور عداوت کی جانب اشارے ہیں یہ قریش کو رسول کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کی ترغیب دلاتا تھا اور ترکیبیں بتاتا تھا۔

مکے کے ان تمام شاطر اور با اثر کافروں کی دشمنی و عداوت رسولؐ کے سامنے حضرت ابوطالب ایک مستحکم قلعے کے مانند تھے کہ جس قلعہ میں آنحضرتؐ ہر طرح محفوظ تھے اور جہاں سے بڑی قوت کے ساتھ آنحضرت خدائی احکام کا نفاذ و اجرا فرماتے اور دشمنان خدا و رسول دانت پیس کر رہ جاتے۔

آخر کار جب قریش کو یہ بخوبی علم ہو گیا کہ ابوطالب ایک ایسی دفاعی آہنی دیوار ہیں جسے ہم توڑ نہیں سکتے اور جب تک یہ حمایت رسول پر کمربستہ ہیں ہماری تدبیریں کارگر نہیں ہو سکتیں، جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں وہ اسلام چھوڑتے نہیں اور جو لوگ مسلمان نہیں ہیں وہ اخلاق محمدی سے متاثر ہو کر کسی وقت بھی مسلمان ہو سکتے ہیں تو اس خطرے کے پیش نظر انھوں نے ایک منصوبہ یہ تیار کیا کہ ایکبار پھر ابوطالب کو راستے سے ہٹانے کی ایک کوشش کی جائے۔

اس لئے وہ سب عمائدین قریش، عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو اپنے ساتھ لے کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا اے ابوطالب یہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ نوجوان وصاحب جمال لڑکا ہے تم اسے اپنا بیٹا بنا لو اور اس کے مالک و مختار تم ہی ہو اور بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ کو ہمیں دے دو تاکہ ہم اسے قتل کر کے اپنے دین کی مخالفت کا بدلہ لیں۔

ابوطالب کا چہرہ یہ سن کر غصے سے سُرخ ہو گیا انھوں نے خشمناک لہجے میں کہا، تم مجھے کس قدر برا، لغو، اور بیہودہ مشورہ دینے آئے ہو کہ میں اپنے بیٹے محمدؐ کو تمہارے ہاتھوں سے ہلاک کرا دوں اور تمہارے لڑکے کو تمہارے واسطے پرورش کروں۔

مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے جب ابوطالب کو بے حد غضبناک و غیظ آلود دیکھا تو بول پڑا کہ قوم تو یہ چاہتی ہے کہ تم سے انصاف کرے۔ ابوطالب نے کہا نہیں قوم انصاف نہیں چاہتی قسم خدا

کی اے معلم بچہ سے اور پوری قوم سے جو کچھ ہو سکے کر کے دیکھ لے یہ گفتگو ناخوشگواری اور انتہائی غصے کے عالم میں ختم ہو گئی کیونکہ ابو طالب کی آنکھوں میں اب شجاعت باطنی اور خون کی سرخ جھلکیاں نمایاں ہو چلی تھیں سب نے عافیت اسی میں سمجھی کہ وہاں سے اُٹھ کر ناکامی کی سیاہی سے اپنے ہاتھ ملتے سر جھکائے چلے گئے۔

اتفاق کی بات کہ اُس روز آنحضرت شام کو تشریف نہ لائے، رات ہو گئی اور پھر ابو طالب پر ایک ایک لمحہ بار ہونے لگا، ساری رات انتہائی کرب بے قراری اور انتشار میں گزاری، صبح ہو گئی اور آنحضرت کا پتہ نہ چلا ابو طالب کو یہ شک گزرا کہیں ایسا تو نہیں کہ مشرکین مکہ نے مجھ سے کوئی فریب کیا ہو۔ اس خیال نے ابو طالب کو بے تاب کر دیا، ان میں تاب ضبط باقی نہ رہی وہ اُٹھے، انھوں نے اپنے بیس معتمد غلاموں کو بلایا، اور نہایت رازدارانہ انداز میں ان سے کہا، نہایت تیز خنجر اپنے اپنے پاس چھپا کر رکھ لو، اور کعبہ میں جا کر تم میں سے ہر ایک قریش کے ایک ایک سردار کے پاس بیٹھ جائے، ابو سفیان و ابو جہل پر خاص نظر رکھنا، میں ایک آخری جگہ اپنے بھتیجے کو تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ اگر وہ وہاں بھی نہ ملے، اور تم مجھے تنہا بغیر محمدؐ کے آتے دیکھنا، تو فوراً میرا اشارہ پاتے ہی، اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے سردار کو قتل کر ڈالنا، خواہ وہ سردار ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی۔

ابو طالب یہ کہہ کر روانہ ہو گئے، غلام ان کے حکم کے مطابق ایک ایک سردار کو اپنا نشانہ منتخب کر کے، ہر ایک کے پہلو میں جا بیٹھے، اور انتظار

کرنے لگے۔ ابو طالب جب اس خاص مقام تک پہنچے، جہاں آنحضرت کے ملنے کا امکان تھا، تو انتظار کے کرب ناک لمحات، وصل کے خوشگوار ماحول میں تبدیل ہو گئے۔

دیکھا کہ حضور ایک درے میں، ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں، کھڑے ہوئے، نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگ رہے ہیں۔ ابو طالب نے فورِ مسرت سے آنحضرت پر ٹوٹ پڑے۔ ان کا دل خوشی سے لبریز تھا، اپنے بھتیجے کے بوسے لینے گئے، بوڑھے سردار نے نوجوان کے بازوؤں کو اپنے ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا، خوشی کے آنسو، موتی بنکر دونوں کے قدموں پر گرتے جاتے تھے، وہ گھر کی جانب روانہ ہو گئے، کعبہ کے قریب گزرے مشرکین قریش اپنی بزم جمائے بیٹھے تھے، اور ابو طالب کے غلام اپنے کام کے منتظر، مگر رسول کو ان کے ہمراہ دیکھ کر سب مطمئن تھے اچانک ابو طالب نے، مجمع پر ایک حقارت آمیز نگاہ ڈالی، اور اپنے غلاموں کو مخاطب کر کے فرمایا، ذرا وہ چیز نکالو تو جس سے تمہارے یہاں آنے کا مقصد ظاہر ہوتا ہے۔

ان کا حکم پاتے ہی فضا میں بیس خنجر برق کے مانند کوند گئے، سرداران قریش میں سے بعض نے اپنی حیرت کو قابو میں کرتے ہوئے بے ساختہ کہا ابو طالب، اس کے کیا معنی ہیں۔

ابو طالب نے جواب دیا کہ، اس کے وہی معنی ہیں جو تم سمجھتے ہو۔

اس نے کہا، تو کیا تم آج پوری قوم کو ہلاک کر دینا چاہتے تھے ابو طالب نے کہا کہ ہاں، اگر محمدؐ مجھے نہ ملتے تو میں یہ سمجھ کر تم سب کو ختم کر دادیتا،

کہ تم نے ضرور میرے ساتھ فریب کیا ہے اور دھوکے سے محمدؐ کو قتل کر ڈالا ہے۔

لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونا شروع ہوگئیں، مخالفت و دشمنی کی آگ پر خوف و دہشت کا غبار فضاؤں کو پریشان کرتا رہا، کفار قریش کی آنکھوں کو حسد کی چنگاریاں جلاتی رہیں، اور ابو طالب اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو اپنے ہمراہ لئے اپنے وفادار غلاموں سمیت گھر کی جانب روانہ ہوگئے۔

اس کے بعد ایک اور ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ابو طالب کے دل کو بے قرار کر دیا، ہوا یہ کہ ایک روز کفار قریش اپنی بزم جمائے بیٹھے تھے، اتفاقاً ادھر سے رسول کا گزر ہوا سب نے ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھا، یہی ابو طالب کا بھتیجہ ہے، یہی کہتا ہے کہ صرف ایک خدا ہے، اور میں اس کا رسول ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے رسول سر جھکائے، خاموش، اصلاح قوم کے خیالات میں ڈوبے آگے بڑھتے چلے گئے۔

ابو جہل نے سب سے مخاطب ہو کر کہا، یہ ابو طالب کا بھتیجا اس وقت نماز پڑھنے گیا ہے، تم میں سے کون اس وقت اس کی نماز کو خراب کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ ابن زلبعری نے کہا تفصیل سے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ ابو جہل بولا، یہ جو اونٹ آج ذبح ہوئے ہیں ان کی اوجھڑی اٹھاؤ، اور جب محمدؐ سجدے میں ہو تو صرف اس پر ڈال کر چلے آؤ۔

ابن زبعری نے یہی کیا، وہ نجاست بدوش گیا، اور جب آنحضرت سجدے میں دعا مانگ رہے تھے، اس نے بخیال خویش، دریائے طہارت کو گندگی سے آلودہ کر دیا،

رسول اسی حالت میں وہاں سے اُٹھے، کفار قریش قہقہے لگا رہے تھے، وہ ان کے مجمع کے قریب سے ہو کر گزرے اور سیدھے اپنے غمگسار محافظ اور پاسبان رسالت چچا کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ اور عجیب شان سے انھیں مخاطب کیا" بتائیے چچا، میں کون ہوں ابو طالب، رسول کو اس حالت میں دیکھ کر حیرت زدہ تھے، ان کا سکون، انتشار میں بدل گیا، اچانک ایک اندوہ وغم کی بجلی کوندی جس نے ابو طالب کے خرمن سکون واطمینان کو جلا کر خاکستر کر ڈالا، انھوں نے پوچھا" میرے بیٹے تمہاری یہ حالت کس نے اور کہاں بنائی؟ اور وہ لوگ کہاں ہیں؟ رسول نے فرمایا، یہیں البطحٰی میں

بوڑھے سردار نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار کو فضا میں لہرایا، اپنے غلاموں کو آواز دی، اور بنی ہاشم کو پکارنا شروع کر دیا، شرارہ جوش غضب سے ان کی آنکھیں اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا، ابو طالب اپنے وفادار مسلح غلاموں اور چند ہمدرد، خاندان والوں کے ساتھ کعبہ کی طرف بڑھتے گئے۔ مجمع قریش نے جو ابو طالب کو اس طرح اپنے آدمیوں کے ساتھ مسلح ہو کر آتے دیکھا تو ڈر کر بھاگنے کی کوشش کی مگر ابو طالب نے آگے بڑھ کر انھیں متنبہ کیا کہ اگر تم میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے اُٹھا تو وہ یقیناً قتل کر دیا جائے گا پھر رسول

سے پوچھا، جان عم ، یہ گستاخی کس نے کی تھی ؟

رسول نے ابن زلبعری کی جانب اشارہ کیا

ابوطالب نے ابن زلبعری کو قریب آنے کا حکم دیا، پھر اس کے منہ پر اس زور سے گھونسہ مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی، اور اس کے منہ اور ناک سے خون جاری ہوگیا، وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں چکرا کر زمین پر گر گیا۔

پھر ابوطالب نے اپنے بھائی حمزہ کو حکم دیا کہ یہ ذبح شدہ اونٹوں کی اوجھڑی اٹھا کر اس پورے مجمع پر پھینک دو حضرت حمزہ نے تعمیل کی۔ اور تمام موجود، مشرکین و سرداران قریش کو اپنے کیے کا نتیجہ مل گیا۔

پھر ابوطالب رسول کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا میرے دل کے سکون میرے بھائی کی یادگار، تم نے مجھ سے یہ بھی تو پوچھا تھا کہ 'میں کون' تو سنو تم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ہو، تم خدا کے سچے رسول ہو

اس واقعے کے بعد قریش عداوت رسول میں اور زیادہ سخت ہوگئے تھے۔

ابوطالب بھی غافل نہیں تھے انھوں نے بھی حفاظت رسول میں سخت ترین اقدامات کر لئے تھے مگر جب کبھی مشرکین مکہ کو کوئی غریب مسلمان موقع سے ہاتھ لگ جاتا وہ اسے بے انتہا ستاتے انسانیت سوز مظالم کرتے لیکن اس کے باوجود تبلیغات محمدیؐ میں اتنا اثر تھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں بہر حال اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو جب بہت ایذائیں پہنچائیں اور آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جب یوں مبتلائے بلا دیکھا تو ملک حبش کو ان کے لئے جائے امن

تجویز فرما کر انھیں رائے دی کہ جس مسلمان کے خاندان والے اس کی حفاظت نہ کرتے ہوں اسے چاہیئے کہ ہجرت کر کے حبش چلا جائے چنانچہ ۵ ؁ نبوی میں دس مرد اور پانچ عورتوں نے ہجرت کی۔

ابن ہشام نے حبشہ کی طرف مسلمانوں کی پہلی ہجرت کے سلسلے میں لکھا ہے کہ جب رسول خداؐ نے اس شدت اور بلا کو ملاحظہ فرمایا جو مسلمانوں پر کفار کی طرف سے ہوتی تھی تو اگرچہ خود آنحضرتؐ بباعث حفاظت الہٰی اور اپنے چچا ابو طالب کے سبب مشرکوں کی ایذا رسانی سے محفوظ تھے مگر یہ ممکن نہ تھا کہ اپنے اصحاب کو بھی محفوظ رکھ سکتے اس واسطے آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ ملک حبش میں چلے جاؤ تو بہتر ہے" بعض مؤرخین نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ یہ لوگ تین ماہ وہاں رہنے کے بعد پھر کے واپس آگئے تھے۔

دو سال اور گذر گئے اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ ۷ ؁ نبوی میں مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر رسول خدا نے دوسری بار مسلمانوں کو ملک حبش کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا اور اس مرتبہ آنحضرتؐ نے حضرت جعفر بن ابو طالب کو ہجرت کرنے والوں کی تسلی و تشفی کے لئے ساتھ کر دیا اب تراسی مرد اور اٹھارہ عورتوں نے ہجرت کی اور حضرت ابو طالب نے ملک حبش کے بادشاہ نجاشی کو ایک منظوم پیغام ارسال کیا جو ان کے مشہور قصائد میں شمار ہوتا ہے اور جس میں نجاشی کو مسلمانوں کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے پر اس کا شکریہ بھی ادا کیا ہے اور اسے ترغیب بھی دلائی ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

بہر حال مسلمان وہاں بڑے امن و سکون کے ساتھ رہنے لگے تو کفار قریش نے بھی اپنے چند نمائندوں کو وفد کی شکل میں کچھ قیمتی ہدایا و تحائف دیکر نجاشی بادشاہ حبش کے دربار میں بھیجا تاکہ مسلمانوں کو وہاں سے نکلوادیا جائے چنانچہ مشرکین مکہ کے خاص نمائندے ابن العاص نے فرمانروائے حبشہ کے حضور میں ہدیہ و تحفہ پیش کرنے کے بعد اپنا مقصد ظاہر کیا۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا اور دریافت کیا کہ یہ نیا مذہب کونسا ہے جسے تم لوگوں نے اختیار کیا ہے اور جس کی وجہ سے تم لوگ اپنی قوم سے الگ ہوگئے ہو۔

اس کے جواب میں حضرت جعفر نے جو ابوطالب کے منجھلے فرزند تھے ایک پر اثر تقریر کی اور کہا کہ خدا نے ہم پر احسان کیا ہے اور ہمارے درمیان اپنا ایک رسول ہدایت کے لئے بھیجا ہے جس نے ہمیں توحید کی تعلیم دی ہے اور جو شرک و بت پرستی، بدکرداری، دروغ گوئی، ناحق خونریزی، مال یتیم میں بیجا دست اندازی، عورتوں اور غلاموں کے ساتھ ناروا سلوک اور تمام اخلاقی و انسانی برائیوں کو قوم سے چھڑانا چاہتا ہے اور جو امانت داری، راست گوئی، مظلوم کی امداد اور تمام اخلاقی و انسانی فضائل کی ہمیں تعلیم دیتا ہے، اور ہمیں خدائے واحد کی عبادت کی ترغیب دلاتا ہے اسی بات پر یہ ہماری قوم ہم سے ناراض ہوگئی ہے۔ اور ہم پر ظلم و زیادتی شروع کردی ہے تاکہ ہم تنگ آکر دین حق کو چھوڑ دیں مگر یہ ناممکن تھا اور جب ہم سے ان کا ظلم و ستم برداشت نہ ہوسکا تو ہم آپ کے عدل و انصاف پر اعتماد کرکے آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں اور حضرت جعفر بن ابوطالب نے سورہ کھیعص کی چند آیتیں بھی پڑھ کر سنائیں۔

نجاشی بے انتہا متاثر ہوا اس نے حضرت جعفر کا احترام کیا اور حکم دے دیا کہ سب مسلمان اس کے ملک میں امن و اطمینان سے رہیں اور عمرو بن العاص کی درخواست کو نامنظور کر کے سب تحفے واپس کر دیئے۔

اب کفار قریش نے ایذا رسانی اور ظلم و ستم کے مسلمانوں پر نت نئے طریقے آزمانے شروع کر دیئے وہ کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ بانی اسلام کو بھی لیکن انھیں بخوبی معلوم تھا کہ ہم ابوطالب کی زندگی میں ایسا نہیں کر سکتے لہذا اب یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت اور آپ کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے، چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ مرتب کیا کہ کوئی شخص نہ خاندان بنی ہاشم سے قرابت کرے گا، نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا، نہ ان سے ملے گا، نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا، جب تک وہ (یعنی ابوطالب) (مواہب لدنیہ) محمد صلی اللہ علیہ والہ کو قتل کے لئے حوالے نہ کر دیں، یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور در کعبہ پر آویزاں کیا گیا۔

ابوطالب مجبور ہو کر تمام خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالب میں پناہ گزیں ہوئے، تین سال تک بنو ہاشم نے اس حصار میں بسر کی، یہ زمانہ ایسا سخت گزرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر رہتے تھے،

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ بچے جب بھوک سے روتے تھے تو باہر آوازیں آتی تھی، قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے، لیکن بعض رحمدلوں کو ترس بھی آتا تھا، ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

کا بھتیجا تھا، تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہ کے پاس بھیجے، راہ میں ابوجہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا، اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آگیا، وہ اگرچہ کافر تھا، لیکن اس کو رحم آیا اور کہا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کے لیے بھیجتا ہے تو کیوں روکتا ہے' (سیرت النبی ج ۱ ص ۲۴۶)

متصل تین برس تک حضرت اور تمام اہل ہاشم نے یہ مصیبتیں جھیلیں بالآخر دشمنوں ہی کو رحم آیا اور خود انھیں کی طرف سے اس معاہدہ کے توڑنے کی تحریک ہوئی ہشام عامری خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار اور اپنے قبیلے میں ممتاز تھا، وہ چوری چھپے بنو ہاشم کو غلہ وغیرہ بھیجا رہتا ایک دفعہ وہ زہیر کے پاس جو عبدالمطلب کے نواسے تھے، گیا اور کہا "کیوں زہیر! تم کو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ، پیو، ہر قسم کا لطف اٹھاؤ، اور تمہارے ماموں کو ایک دانہ تک نصیب نہ ہو؟" زہیر نے کہا کیا کروں تنہا ہوں ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو میں اس ظالمانہ معاہدے کو پھاڑ کر پھینک دوں"!

ہشام نے کہا کہ میں موجود ہوں، دونوں مل کر مطعم بن عدی کے پاس گئے، ابوالبختری ابن ہشام زمعہ بن الاسود نے بھی ساتھ دیا، دوسرے دن سب مل کر حرم میں گئے، زہیر نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "اے اہل مکہ! یہ کیا انصاف ہے کہ ہم لوگ آرام سے بسر کریں اور بنو ہاشم کو آب و دانہ نصیب نہ ہو، خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک

نہ کر دیا جائے گا میں باز نہ آؤں گا"۔ ابو جہل برابر سے بولا" ہرگز اس معاہدے کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا" زمعہ نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے، جب یہ لکھا گیا تھا، اس وقت بھی ہم راضی نہ تھے، غرض مطعم نے ہاتھ بڑھا کر دستاویز چاک کر دی، مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابو البختری، زہیر سب ہتھیار باندھ کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور ان کو درے سے نکال لائے" سیرت النبی ج ۱ ص ۲۴۲ طبع چہارم شبلی نعمانی

اسی زمانے میں جب شعب میں قید و بند کی تکلیفیں اپنی انتہا پر تھیں ایک روز آنحضرت نے ابو طالب سے فرمایا چچا جان مجھے اللہ کی جانب سے اطلاع ملی ہے کہ عہد نامہ قریش کے وہ تمام الفاظ جو مشعر ظلم و قطع برادری تھے کیڑوں نے کھالئے ہیں اور اس عہد نامے میں صرف وہ ٹکڑا باقی رہ گیا ہے جس پر خدا کا نام لکھا ہوا ہے لہذا آپ قریش کے پاس جائیے اور کہیئے کہ اب جبکہ وہ معاہدہ ہی باقی نہیں رہا تو اس کی پابندی کیسی جب حضرت ابو طالب نے آنحضرتؐ کی زبان وحی ترجمان سے یہ جملے سنے تو بقول ابو الفدا چونکہ انھیں کبھی آنحضرتؐ کی کسی بات پر کبھی شک و شبہ ہوتا ہی نہیں تھا لہذا فوراً اٹھ کر قریش کے سرداروں کے پاس پہنچے اور قریش کو یہ اطلاع پہنچائی کہ اس ظلم و ستم پر مبنی عہد نامے کو دیمک نے چاٹ لیا ہے اور سوائے نام خدا کے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ قریش کے سرداروں نے جواب میں کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اے ابو طالب آپ کو اپنے بھتیجے پر ضرورت سے زائد اعتماد ہے اور حقیقتاً محمد کی باتوں کا سب سے زائد آپ کی ذات پر جادو چل

گیا ہے۔ ابوطالب نے کہا مجھے یقین ہے کہ میرا بھتیجا ہمیشہ سچ کہتا ہے۔

آخر کار قریش کے سرداروں نے کہا کہ اچھا اے ابوطالب

خوب غور سے سُن لو:

"اگر تمہارے بھتیجے کی بات سچ نہ نکلی تو تمہیں اپنی ذات اور اپنے بھتیجے کی ذات پر ہمیں پورا اختیار دینا پڑے گا پھر جیسا ہمارا جی چاہے گا سلوک کریں گے اور تم کسی مداخلت کے مجاز نہ رہو گے"۔

حضرت ابوطالب نے قریش کے سرداروں کو اپنی کمالِ ایمانی کی پوری قوت اور کمالِ یقینِ ایمانی کے ساتھ جواب دیا کہ ہاں۔ پھر تم لوگوں کو مجھ پر اور میرے بھتیجے پر پورا اختیار ہو گا۔

تاریخ اپنے آپ کو دُہراتی ہے۔ اب سے تقریباً سینتالیس[۴۷] سال قبل جب کہ ابوطالب پینتیس[۳۵] سال کے مکمّل جوانِ رعنا تھے تو ان کے بیاسی[۸۲] سالہ بوڑھے باپ عبدالمطلب نے بھی ایک ایسے ہی خطرناک موقع پر جب کہ ابرہہ نے ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ پر حملہ کیا تھا۔ تو ایک ایسا ہی تاریخی جواب دیا تھا کہ:

"کعبہ خدا کا گھر ہے وہ اپنے گھر کی خود حفاظت کرے گا"۔

جس سے ان کے کامل الایمان ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ آج جبکہ

یہ گذرے ہوئے زمانے کی بات ہو چکی ہے مگر ابوطالب نے بھی بیاسی ۸۲ سال کی عمر میں اپنے اس تاریخی جواب سے کہ "ہاں" اگر محمدؐ کی بات جھوٹ ثابت ہوئی تو میں اپنے اوپر اور محمدؐ پر تمہیں اختیار دے دوں گا پھر تمہارا جو جی چاہے کرنا"۔ تاریخ کو دہرا دیا۔ اور اپنے باپ کی یاد تازہ کر دی۔ اور اپنے کمالِ یقین کا ثبوت دے دیا۔ عبدالمطلب نے اللہ پر یقینِ کامل کا ثبوت دیا تھا اور وہ کامیاب ہوئے تھے۔ ابوطالب نے رسولِ خدا پر یقینِ کامل کا ثبوت دیا تھا۔ اور وہ بھی اسی طرح کامیاب ہوئے۔ دونوں کی باتیں سچی نکلیں دونوں کے دشمن نادم اور ہلاک ہوئے۔ عبدالمطلب حملے کے وقت درِ کعبہ کے پاس اپنے بیٹے ابوطالب کو ساتھ لئے دل کی گہرائیوں کے ساتھ اللہ سے حفاظتِ خانہ کعبہ کے لئے دعا مانگ رہے تھے اور ابوطالب شعب ابی طالب میں دماغ میں تفکر و تدبر کی گہرائیوں کے ساتھ پوری پوری رات اپنے بیٹے علی کو رسول کے بستر پر اور رسول کے بستر پر لٹایا کرتے تاکہ اگر حملہ ہو یا دشمن کا کوئی جاسوس ارادۂ قتل سے بسترِ رسول تک پہنچ بھی جائے تو علی فدیہ بن جائیں اور رسول محفوظ رہیں۔

محصوریٔ شعب کے زمانے میں ابوطالب کا مثالی کردار، حق پرستی جذبۂ ایثار، استقامت و شکیبائی، بانی اسلام کی حفاظت اور فداکاری کا

وہ اعلیٰ کردار ہے جس کی مثال تاریخ انسان و تاریخ انسانیت میں ملنا دشوار ہے۔

وہاں ۷۰ سال پہلے باپ اور بیٹے اللہ کے گھر کی تباہی کے ساتھ خود بھی تباہ ہو جانا چاہتے تھے۔ یا بقائے خانۂ کعبہ کے ساتھ خود بھی باقی رہنا چاہتے تھے۔ یہاں باپ اور بیٹے سرکارِ رسالت کا فدیہ بنکر بہر قیمت رسولؐ کی زندگی کو زندگی کو محفوظ کرنا چاہتے تھے۔

مؤلف تاریخ بنی ہاشم محصوریٔ شعب کے واقعات لکھتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔ حافظ ابنِ قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ ابوطالب نے اپنا مشہور قصیدہ لامیہ اسی زمانے میں کہہ کر شائع کیا تھا۔ اس قصیدے کے تقریباً نوے شعر سیرتِ ابن ہشام میں منقول ہیں۔ یہ نظم ابوطالب کی عقل و شجاعت و مدبری کا عمدہ نمونہ ہے اس میں تاریخی صحیح شہادتوں کو پیش کر کے ابوطالب نے قریش کو ہدایت کی ہے کہ وہ فتنہ و فساد سے باز آئیں اور احترام بنی ہاشم کو لازم سمجھیں۔ بنی ہاشم کو آنحضرتؐ کی رفاقت پر مبارکباد دی ہے اور آنحضرتؐ کی حفاظت پر اُن کی پر جوش مستعدی کی داد دیتے ہوئے ان کو اولوالعزمی اور ثابت قدمی کا سبق دیا ہے۔ اور بکمالِ راستی و صداقت سے آنحضرتؐ کے اخلاقِ فاضلہ کو ظاہر کیا ہے۔

علامہ شبلی نے سیرت النبی ج ا ص ۲۴۹ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے:-

"ابو طالب نے آنحضرتؐ کے لیے جو جاں نثاریاں کیں، کون اس سے انکار کر سکتا ہے۔ وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے۔ آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا۔ آپ کی خاطر محصور ہوئے۔ فاقے اٹھائے۔ شہر سے نکالے گئے۔ تین برس تک آب و دانہ بند رہا۔ کیا یہ محبت، یہ جوش، یہ جاں نثاریاں سب ضائع جائیں گی۔"

(سیرت النبی ج ا ص ۲۴۹ طبع چہارم)

شعب ابی طالب میں تین سال تک مسلسل ایک قسم کی اذیت ناک نظر بندی و محصوری و فاقہ کشی اور طرح طرح کے مصائب و آلام برداشت کرنے والوں میں جب ہم تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرتے ہیں تو انتہائی جستجو و تفحص اور تلاش بسیار کے بعد بھی ہمیں سوائے چند مسلمان بنی ہاشم کے اور کسی کا نام نظر نہیں آتا۔ حتیٰ کہ جن حضرات کے اسمائے گرامی سابقین اور اوّلین میں شمار ہوتے ہیں وہ بھی نہیں۔

غور طلب یہ امر ہے کہ کیا کفار و مشرکین قریش نے اپنے ہی

ہم مذہب وہم مشرب حضرات کو شعب میں محصور کر رکھا تھا۔ یا اپنے عقیدے اور اپنے دین کے خلاف تبلیغ کرنے والوں کو نظر انداز کیا تھا؟ اس بات کا جواب عقلِ سلیم تو یہی دیتی ہے کہ مکّے کے بُت پرست سرداروں نے خدا اور رسول پر مکمل ایمان رکھنے والے فعّال اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کو رسول اللہؐ سمیت اس لئے شعب میں نظر بند کر رکھا تھا کہ یہ لوگ فاقہ کشی اور مصائب کی زندگی سے تنگ آکر یا حق کو چھوڑ دیں اور یا پھر تکلیفیں برداشت کرتے کرتے مر جائیں۔ اور ہمارا مقصد باطل حاصل ہو جائے۔ لیکن حق پر چلنے والے آلام و مصائب سے کب ڈر سکتے تھے۔ اور زمانے کی سختیاں اور ہم وطنوں کی مخالفت انھیں جادۂ حق و صراطِ مستقیم سے کیونکر ہٹا سکتی تھی۔ جب کہ خدائے وحدہٗ لاشریک نے اپنے رسول اور اس کو برحق ماننے والے اور اس پر اپنی جان و مال و اولاد فدا کرنے والے عمِ رسول یعنی ابوطالب کو صبر و استقامت و عزم و استقلال کی ایسی مضبوط چٹان بنا دیا تھا کہ حوادث و طوفان جس سے ٹکرا کر خود فنا کے گھاٹ اُترتے چلے گئے۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا جو رسول کریم کی شریکِ حیات و رفیقِ زندگی تھیں اور حضرت فاطمہ بنت اسد جو ابوطالب کی شریکِ حیات و رفیق زندگی تھیں یعنی حضرت علیؑ کی والدہ گرامی اور رسول اللہؐ کی ایسی

چچی جو ماں کی طرح اپنے بھتیجے سے محبت کرتی تھیں۔ شعب میں سختیاں جھیلنے اور اسلام و بانیٔ اسلام کے لئے قربانیاں دینے میں ابوطالب و علی کے ساتھ تھیں۔

جب شعب ابی طالب سے باہر رہ کر آزاد گھومنے والے پیٹ بھر کر کھانا کھاتے تھے اس زمانے میں شعب میں نظر بند و محصور رہنے والے فاقے کرتے تھے، جب دوسروں کے بچے اپنا پس خوردہ جانوروں کے آگے پھینک دیا کرتے اس وقت یہاں بھوک سے بلک بلک کر رونے والے بچوں کی دلخراش آوازیں سناٹے میں گھاٹی کے اس پار تک سنائی دیا کرتی تھیں۔

خدا رحمتیں نازل کرے اور ہمارا پُر خلوص صمیم قلب سے نکلا ہوا سلام ہو عظیم ابوطالب پر عظیم خدیجہ پر عظیم فاطمہ بنت اسد پر اور ابوطالب کے اس عظیم بہادر فرزند پر کہ چشم فلک نے اس سے پہلے چشم فلک نے ان جیسے افراد کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

بہر حال تاریخ کے دل میں ہمیشہ یہ کانٹا خلش پیدا کرتا رہے گا کہ شعب میں محصور لوگوں میں سے کسی کے بھی اسلام پر شک پیدا کرنے کی سازش کن لوگوں نے تیار کی تھی؟ کس دور میں بنائی گئی تھی؟ اور کیوں؟ ایک بار پھر شبلی نعمانی کی وہی عبارت جو گزشتہ صفحات میں

آچکی ہے غور سے پڑھنے کے لائق ہے:۔

"ابوطالب نے آنحضرتؐ کے لئے جو جاں نثاریاں کیں۔ کون اس سے انکار کرسکتا ہے۔ وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپؐ پر نثار کرتے تھے۔ آپؐ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنالیا۔ آپ کی خاطر محصور ہوئے، فاقے اٹھائے، شہر سے نکالے گئے۔ تین برس تک آب و دانہ بند رہا۔ کیا یہ محبت یہ جوش، یہ جاں نثاریاں سب ضائع جائیں گی"۔

(سیرت النبی ج ۱ ص ۳۴۹ طبع چہارم)

تین سال تک شعب میں ایک حیثیت سے مقید و نظر بند یا پناہ گزین رہنے کے بعد جب حضرت سرور کائنات، حضرت ابوطالبؑ حضرت خدیجہ و حضرت علی اور دیگر بنی ہاشم کے ساتھ باہر آئے تو دنیا بدلی ہوئی تھی ابھی ایک سال بھی پورا نہ ہونے پایا تھا کہ وہ الم ٹوٹ پڑا۔ ابوطالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور اس دار فانی سے ۱۰ سنہ نبوی میں کوچ کر گئے۔ پھر اسی سال ایک اور عظیم مصیبت کا مقابلہ کرنا پڑا یعنی حضرت خدیجہ نے رحلت فرمائی اسلام کے یہ دو ایسے عظیم رکن تھے کہ جن کی جدائی حضور پر بے انتہا شاق تھی حتیٰ کہ اس سال کا نام "عام الحزن" یعنی غم کا سال۔

اب قریش کے کافروں، دولتمندوں اور جاہلوں کو خوب

موقع ملا اور انھوں نے طرح طرح سے ستانا اور پریشان کرنا شروع کر دیا دل آزاری اور کمینگی کے عجیب ڈھنگ تھے ذہنی پستی کا یہ عالم تھا کہ کفار جب بھی کہیں رسولؐ کو آتے جاتے دیکھ پاتے تو ان کے پیچھے تالیاں بجاتے، طعن آمیز اشارے کرتے۔ حد یہ ہے کہ کوڑا کرکٹ پھینکنے سے بھی گریز نہ کرتے، وہ رسولؐ جو خود انھیں کے نزدیک صادق و امین بھی تھا اس سے ہر قسم بد سلوکی کو روا رکھتے، بہر حال آنحضرتؐ انتہائی حلم و صبر سے قریش کے ساتھ برتاؤ کرتے اور ان کی بد کلامیوں اور گستاخیوں پر ضبط فرماتے تھے۔

جب رسولِ مقبولؐ نے خوب اچھی طرح یہ دیکھ لیا کہ مکّے کے قریش وعظ و پند سے متاثر ہونے والے نہیں تو آپ دوسرے قبائل کی جانب خاص طور سے متوجہ ہوئے اور زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر ایک قریبی بستی "طائف" کی جانب سفر کیا کہ شاید طائف میں آباد قبیلہ ثقیف سے اشاعت اسلام میں کچھ مدد ملے۔ مگر طائف کے سرمایہ دار نشۂ دولت سے مخمور ہو رہے تھے۔ کفران کے اذہان پر حاوی تھا وہ بھلا کہاں حق کو برداشت کر سکتے تھے۔ ان باطل پرستوں نے بہت ہی بُرا سلوک کیا۔ طائف میں

ایک ماہ بھی قیام پذیر نہ رہ سکے ۔ اور بعض مؤرخین کے نزدیک دس روز کے اندر ہی طائف کے دولتمند کافروں نے حضورؐ کو اپنے آدمیوں کی مدد سے شہر چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا وہ لوگ طائف کے آخری حُدود تک حضورؐ کو پتھر مارتے ہوئے آئے حضورؐ بیحد زخمی ہو گئے تھے اور آپ کے ساتھی زید بن حارثہ کا سر پھٹ گیا تھا۔ جب تھک ہار کر ان بدبختوں نے تعاقب چھوڑا تو آپ ایک کھجور کے درخت کے نیچے اسی زخمی حالت میں مصروفِ نماز ہو گئے اور خدا سے دعا مانگی اور فرمایا اگر خدا مجھ سے راضی ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں' اقتدار و قوت کا اصلی مالک صرف اللہ ہے ۔

جب سرورِ کائنات طائف سے مکّے واپس آئے تو یہاں بھی وہی عالم تھا ہر طرف دشمنوں کا ہجوم تھا۔ گھر کی جانب قدم نہیں بڑھے۔ زیدِ بن حارثہ کو شہر میں بھیج دیا اور خود غارِ حرا میں قیام فرمایا ۔ اور پھر خود بھی مکّے میں واپس آ گئے اور پہلے کی طرح تبلیغ و اشاعتِ اسلام میں مصروف ہو گئے ۔ مخالفت کا ہر طرف سے طوفان اُٹھ رہا تھا۔ مگر حضورؐ کے پائے استقلال کو جنبش نہ ہوتی تھی ۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا یہاں تک کہ

رجب سالہ بعثت میں قبیلہ خزرج کے کچھ سربرآوردہ لوگ عمرہ ادا کرنے کے لئے یثرب سے مکّے آئے ان کے ایک سردار اسعد بن زرارہ نے سرورِ کائنات سے ملاقات کی کیونکہ اسعد بن زرارہ یہ سن چکا تھا کہ مکّے میں ایک شخص نے دعویٰ رسالت کیا ہے۔ جب وہ آنحضرتؐ سے ملا تو دریافت کیا کہ آپ لوگوں کو کس امر کی جانب دعوت دیتے ہیں؟

اسعد کے استفسار پر آنحضرتؐ نے اس کو بتایا کہ میں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لاؤ۔ کسی کو خدا کا شریک نہ قرار دو۔ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ اولاد کو ہلاک نہ کرو۔ قتل نہ کرو۔ بری اور شرمناک باتوں سے بچو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ مظلوموں اور یتیموں، اور ناداروں کی مدد کرو۔ لین دین اور تجارت میں دیانت و ایمان سے کام لو۔ جو بھی فیصلہ کرو عدل و انصاف سے کرو۔ جو بھی عہد کرو اسے وفا کرو۔

اسعد نے جب آنحضرتؐ کی زبانِ مبارک سے یہ نصیحتیں سُنیں تو وہ اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ پھر اسعد بن زرارہ کے ایک اور ساتھی ذکوان بن قیس مشرف بہ

اسلام ہوئے۔

اسعد بن زرارہ نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ وہ اپنے قبیلے میں جاکر تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام کرنا چاہتے ہیں لہذا کسی کو ان کے ہمراہ یثرب بھیج دیا جائے تاکہ وہ قبیلۂ خزرج کے افراد کو مسلمان بنا سکیں۔

چنانچہ آنحضرتؐ نے مصعب بن عمیر کو اسعد کے ساتھ کر دیا۔ اسعد و مصعب نے مدینے میں جا کر ایسی ہوشمندانہ اور مؤثر تبلیغ کی ہر گھر میں رفتہ رفتہ ایک ایک دو دو کرکے لوگ مسلمان ہونے لگے۔

مدینے میں اس وقت دو قبائل اوس اور خزرج بڑے نامور اور با اثر تھے۔ وہ دونوں قبیلے ایک دوسرے کے حریف بھی تھے لیکن اسلام ان سب کو ایک مضبوط رشتے میں منسلک کرتا جا رہا تھا۔ سعد بن معاذ جو قبیلۂ اوس میں سے ایک با اثر شخص تھا مصعب سے قرآنِ مجید کی بعض آیات سُن کر مسلمان ہو چکا تھا اور بڑے بڑے سردارانِ قبائل اب مدینے میں اسلام قبول کر لینے کی جانب مائل نظر آ رہے تھے۔

جب مصعب بن عمیر نے آنحضرتؐ کو ان تمام واقعات سے

مطلع کیا تو آنحضرتؐ نے مکّے میں ان مسلمانوں کو جو قریش کی ایذا رسانیوں سے تنگ آچکے تھے مدینے کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی اور مسلمان پوشیدہ طریقے سے دو دو ایک ایک کر کے مدینے کی جانب ہجرت کرنے لگے۔ اہلِ مدینہ اِن مُسلمانوں کو خندہ پیشانی سے اپنا مہمان کرتے اور بہت زیادہ حُسنِ سلوک سے پیش آتے۔



ختم شد


MAAB 1431
maablib.org

دینیات

